کلامِ اعلیٰ حضرت

ترجمانِ حقیقت

رضا کی زباں

تمہارے لئے

از قلم

حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر کوکب نورانی مدظلہ العالی

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

پیشِ لفظ

اسلام میں شاعری کی مذمت بھی کی گئی ہے جب وہ دینِ شریعت کے خلاف ہو، قرآن کریم نے اس حقیقت کی طرف ''سورۃ الشعراء'' میں اشارہ کیا اور ساتھ ہی اچھی شاعری کی تعریف وتوصیف بھی کی گئی، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ''إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً'' فرما کر اشعار کی تعریف کی اور عمدہ اشعار سُنے اور پسند فرمائے اور شعراء کو انعامات سے نوازا۔ اس لئے حضرت حسان، کعب بن مالک، کعب بن زُہیر رضی اللہ عنہم نے نعت ومنقبت کے بیش بہا خزانے بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اور ہر زمانے میں شعراء نظم میں بارگاہ بے کس پناہ میں اپنے اپنے نذرانے پیش کرتے رہے، اور اعلحضرت امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا محدّث بریلوی جو عشقِ رسول ومحبت نبی میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے، اور علوم دینیہ میں مہارت اور شرع مطہر پر عمل میں اُن کا ایک خاص مقام تھا، آپ نے نعت شریف لکھنے میں شریعت کے احکام کی پابندی اور شعر کی ادبی خوبیاں دونوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ آپ کے حاسد آپ کی ذات پر تنقید کے لئے مختلف بہانے تلاش کرتے رہے، ان میں مختلف علوم وفنون سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں جو شخصی یا مسلکی تعصّب اور عناد کی بنا پر حق قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اگرچہ متعصّب اور معاند کی تنقید قابلِ التفات نہیں ہوا کرتی پھر بھی علماء حقّہ نے ایسوں کو جواب دے کر لاجواب اور عوام کے سامنے رسوا کرنے میں کبھی تأمّل نہیں کیا۔ ان میں ایک نام ایسا ہے جس نے اعلیٰ حضرت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت پر جب بھی کسی معاند کی طرف سے اعتراض ہوا اس نے تقریرًا یا تحریرًا یا دونوں طرح جواب ضرور دیا ہے، وہ نام کسی تعارف کا محتاج نہیں بلکہ ان کے بارے میں کچھ کہنا یا لکھنا خود کو متعارف کروانے کے مترادف ہے وہ نام ہے ''علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی'' مدظلہ العالی کا، جنہوں زیر نظر کتاب میں اپنے امام کے منظوم کلام پر ہونے والے اعتراض کا جواب ارشاد فرمایا ہے اور یہ کتاب پہلی بار شائع ہو رہی ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے مفت سلسلہ اشاعت کے تحت 158 نمبر پر شائع کر رہی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے مفید عام بنائے اور مؤلف ومعاونین کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔

محمد عطاء اللہ نعیمی

(رئیس دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم

کلامِ اعلیٰ حضرت ترجمانِ حقیقت

(رضا کی زباں تمہارے لیے)

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی (کراچی)

''اعلیٰ حضرت'' کا لقب جانے کتنی شخصیات کے لیے بولا اور لکھا گیا مگر اس لقب نے آبرو اور مقبولیت پائی تو تاجدارِ بریلی کی نسبت سے پائی۔ دنیا بھر کے اہلِ ایمان میں مشہور و معروف اور مقبول و محترم اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللّٰہ تعالی علیہ ورضی اللہ عنہ کو عرب و عجم کے علماء و مشائخ نے چودھویں صدی میں مجدّدِ دین و ملّت مانا۔ اپنے نام ''احمد رضا'' کے اعداد کی مناسبت سے اتنی ہی کتابیں تحریر کرنے والے اعلیٰ حضرت نے اپنی دنیوی حیات، حضور خاتم النّبیین سیدنا ''احمد'' ﷺ کی ''رضا'' جوئی اور انہی کی غلامی میں بسر کی۔ وہ ''عبدالمصطفی'' ہونا ہی اپنا اعزاز و افتخار جانتے تھے۔ اپنے عہد کے ''حضرات'' میں ''اعلیٰ'' ثابت ہونے والے فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے اسلامیانِ ہند کے دورِ غلامی میں 65 برس کا عرصۂ زیست کچھ اس آب و تاب سے بسر کیا کہ کسی کالج یا یونی ورسٹی میں جا کر وہاں کے مروّجہ نصاب کی تکمیل نہیں کی لیکن آج دنیا کی متعدد جامعات میں اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات اور تحریرات و تحقیقات سے اکتسابِ آگہی کرنے والے اسنادِ فضیلتِ علم حاصل کر رہے ہیں۔ قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ کو علوم و معارف کا سرچشمہ مان کر انہی سے فیض یاب ہونے والے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے 55 سے زائد علوم و فنون میں وہ سرمایہ یادگار بنایا کہ صدیوں میں کسی ایک شخص کے حوالے سے اس کی مثال کم ہی ہوگی۔ وہ اعلیٰ حضرت بریلوی جنھوں نے اپنی زندگی میں خطباتِ جمعہ کے علاوہ سو تقاریر بھی شاید ہی کی ہوں، گزشتہ اسّی (80) برس میں ان پر لاکھوں تقاریر ہوئی ہیں اور مُقررین نے اُن کے ذکر کے بغیر کم ہی گفتگو کی ہوگی۔ اُن کے نام اور کام سے اہلِ علم نے خود کو معتبر بنایا ہے۔ دینی جامعات اور ادارے جتنے اُن کی نسبت سے قائم ہوئے، وہ بھی ایک مثال ہیں۔ اُن کے بارے میں لکھی جانے والی تحریریں بھی اس قدر ہیں کہ اُن کی فہرست بھی ضخیم کتاب ہو جائے۔ ان کے وابستگان کا ایک تسلسل متعدّد گھرانوں میں نسل در نسل ہے اور یہ سب کیوں نہ ہو کہ وہ میرے پیارے نبی پاک ﷺ کے سچے محبوب، اُن کے مداح اور انہی کی سیرت مطہرہ کے آئینہ دار تھے۔ نبی کریم ﷺ ہی سے ان کا تمام تر انتساب رہا۔ اسی کا فیضان انہیں سمتوں میں مرجع خلائق بنائے ہوئے ہے۔

کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کے مدیر محترم نے ایک شمارہ، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے نعتیہ کلام اور نعت شریف کی خدمت کے تذکار پر مخصوص کرنے کا عزم کیا، مجھے بہت خوشی ہوئی۔ نعت رنگ کے مدیر و مرتب جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی نے اس شمارے کے لیے مجھ سے بھی ایک مضمون چاہا۔ وہ اب تک نعت رنگ کے سترہ (17) شمارے پیش کر چکے ہیں اور نعت گوئی کے باب میں تنقید و تحقیق کے حوالے سے ان کا کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' خود ایک اہم حوالہ ہو گیا ہے۔ نعت رنگ کے مندرجات پر میرے لکھے ہوئے طویل خطوط نعت رنگ ہی میں نہیں، کتابی شکل میں بھی دو مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ اس مرتبہ انہوں نے مضمون کا تقاضا کیا۔ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خان مجدّدِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کلام کی سماعت سے میری زندگی کے مہ و سال پُر ہیں۔ ان کے افکار اور تعلیمات و تحریرات سے اکتسابِ آگہی کا سلسلہ شاید ہی کبھی تھمے کیوں کہ کتاب و سنّت کی صحیح ترجمانی ہی اُن کا امتیاز اور وصفِ جمیل ہے۔ اور یہ بھی کہ میرے پیارے رسولِ کریم ﷺ کے باب میں وہ بہت حساس ہیں، ان کی نسبتوں کے لیے وہ سراپا سپاس ہیں۔ انہوں نے ایک ہزار سے زائد کُتُب تحریر فرمانے کے علاوہ شاعری بھی کی۔ میرے ربّ کریم جلّ مجدُہٗ کی ان پر یہ عطائے خاص ہی تھی کہ وہ تحقیق و تصنیف میں مگن رہے اور نثر کے ساتھ نظم میں بھی قرآن و سنّت ہی کی ترجمانی فرمائی۔ اردو نعتیہ شاعری میں انہیں جو مرتبت اور مقبولیت عطا ہوئی وہ یوں کسی اور کا حصہ نہیں۔ نعت گوئی کے حوالے سے بھی زبان و بیان اور اُردو کے نعتیہ ادب کو اعلیٰ حضرت مجدّدِ بریلوی علیہ الرحمہ پر ناز رہے گا۔ نعت گوئی کے باب میں اُن کا سکّہ ایسا بیٹھا ہے کہ وہ ملکِ سخن کی شاہی کرتے نظر آتے ہیں۔ ''**کلام الامام امام الکلام**'' کا مقولہ ایسی ہی ہستیوں کے کلام پر صادق آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی علمی مرتبت اور دینی فضیلت کا کسے اعتراف نہیں! انہیں صرف محدِّث، مُفسِرّ، فقیہ، مفتی اور مدرِّس و معلم لکھنا کم ہوگا کہ وہ جانے کتنے مفسرین و محدثین اور فقہا و معلمین کے جلیل القدر استاد و امام نظر آتے ہیں۔ انہیں مبدءِ فیض نے جن خصوصیات سے نوازا، وہ قابلِ رشک ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسی عبقری شخصیات سے بغض و حسد اور عناد رکھنے والے بھی خود اُن کے عہد میں اور اُن کے بعد بھی رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ تو اس حوالے سے کچھ زیادہ ہی تشدد دیکھا گیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی کا احوال دیکھیں تو ہر باطل نے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنا بغض و عناد ظاہر کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ مخالفین کی مساجد و مدارس، ان کے اساتذہ و طلبا، ان کی تحریر و تقریر، ان کی خلوت و جلوت، اور ہر تنظیم و تحریک کا گویا ''نصب العین'' ہی اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کی مخالفت و معاندت رہا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حق اور اہلِ حق کو سازشوں اور شرارتوں سے وقتی طور پر دبایا تو گیا لیکن مٹایا نہ جا سکا۔ مخالفین کی انتہا پسندی اور تشدّد نے ''دہشت گردی'' سے بھی کام لیا، ان کی یلغار اور یورش یہاں تک بڑھی کہ انہوں نے صحیح العقیدہ اہلِ سنّت و جماعت کو ''بریلوی'' اور ''رضا خانی'' کہہ کر ایک اختلافی اور نیا گروہ بتانے کے جتن کیے۔ بریلوی اور رضا خانی کے الفاظ سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (**نعوذ باللّٰہ**) کوئی نیا مذہب اور فرقہ بنایا ہے۔ مخالفین کی اِن سازشوں کے جواب میں اہلِ حق نے حقائق واضح کرنے میں اپنی ہمتیں لگا دیں۔ واضح رہے کہ خود مخالفین کی تحریروں میں یہ اعتراف موجود ہے کہ بریلی اور بدایوں کے علمائے کرام وہ طبقہ ہیں جو قرونِ اُولیٰ کے اہلِ ایمان کی روش پر سختی سے کار بند ہیں۔

امریکا میں دو عمارتوں کے زمین بوس ہو جانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی سے لاتعلق ظاہر کرنے میں جو صورت احوال درپیش ہے، اس سے اندازہ کیا جائے کہ خود مجرم اور ظالم ہی کس طرح حق اور اہلِ حق کے خلاف ذہن سازی کے جتن کرتا ہے۔ مجرم کو بے نقاب نہ کیا جائے تو ماحول اور معاشرے سے آلودگی دور نہیں ہوتی۔ فٹ بال کے کھیل کے ماہرین کہتے ہیں: مدافعانہ کھیل میں کامیابی نہیں ہوتی، جیتنا ہو تو جارحانہ کھیل کھیلو۔

اعلیٰ حضرت اور صحیح العقیدہ اہلِ سنّت کے مخالفین نے ''جارحیت'' کی یہ پالیسی ایمان و عقائد کے باب میں اپنا لی اور حق اور حقیقت کو پسِ پشت ڈالنے بلکہ فراموش کر دینے ہی میں اپنی ''بقا'' ٹھہرا لی۔

کیا ستم ہے کہ خود کو مسلمان کہلانے والے جانے کتنوں کا ''روزینہ'' یہی ٹھہرا ہے کہ وہ ''غیروں'' کو روشنی دکھانے کی بجائے مسلمانوں ہی کو اندھیروں سے صرف وابستہ کرنا ہی نہیں بلکہ مانوس بھی کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اس فعل کو وہ ''کارِ خیر و ثواب'' گردانتے ہیں۔ کاش کہ وہ جانتے کہ ''دانائی کا سرچشمہ خوفِ الٰہی ہے''، انہیں اپنے قول و فعل کا ایک دن جواب دہ ہونا ہے، دنیا میں حق سے رُوگردانی انہیں اس دن کسی منفعت کا حق دار نہیں بنائے گی۔

اعلیٰ حضرت مجدّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی یہ مذموم سازشیں دین و ایمان کے باب میں خود ان کے اپنے سنگین جُرموں کو لوگوں سے اوجھل کرنے اور رکھنے کے لیے تھیں، انہوں نے اہلِ حق کو ''مشرک و بدعتی'' قرار دینے اور ان پر شدید بہتان لگانے سے بھی اجتناب نہیں کیا، اُن کا اصل مقصد یہی تھا کہ اہلِ حق کو لوگوں میں اتنا متنازع بنا دیا جائے کہ لوگ اہلِ حق کی حق گوئی پر اعتبار نہ کریں۔ اُن مخالفین کو اس مذموم کھیل کے لیے خاصا وقت مل گیا۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ اعلیٰ حضرت مُجدّد بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد اُن کی علمی کاوشوں

اور تحریری سرمائے کی اشاعت جس اہتمام سے فوری طور پر ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہو سکی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فرزندان اور خلفاء نے بہت کارہائے نمایاں انجام دیئے، کروڑوں افراد اُن سے وابستہ ہوئے لیکن انہیں ''ترجیحات'' پر فوری توجہ دینے کی مہلت خود عقیدت مندوں ہی کی یلغار نے نہ دی۔ طباعت و اشاعت ہی کیا، قلمی مخطوطات کی حفاظت اور ترتیب و تدوین بھی صحیح طرح نہ ہو سکی۔ علاوہ ازیں اس دَور میں سرزمین ہند میں جاری تحریکوں کی وجہ سے ماحول ایسا کشیدہ اور سیاست اتنی پے چیدہ رہی کہ لوگ خاصے برس اسی کشاکش میں مشغول رہے۔ پھر قیامِ پاکستان کا مرحلہ آیا اور بھارت سے بیش تر مسلمان نقل مکانی (ہجرت) کر کے پاکستان آئے تو اپنا تمام مال و اسباب ساتھ نہ لا سکے۔ پاکستان پہنچ جانے والوں کو کتنا عرصہ یہاں دشواریوں اور شدید مسائل کا سامنا کرنے میں گزرا، ایسے میں جب کہ جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ آسان نہ تھا، اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جانے کتنے مسودات اور کتابیں حالات کی سنگینی کے بھینٹ چڑھی ہوں گی۔

اعلیٰ حضرت مجدّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالفین کی اکثریت نے اس وقفے کا بھرپور استعمال کیا۔ ایک طرف ان لوگوں کی اکثریت نے تحریکِ پاکستان کی مخالفت میں نمایاں کردار ادا کر کے ''فرنگیوں'' کی ''گڈ بک'' میں اپنا اندراج کروایا اور مالی و دنیوی منفعت کو ترجیح دی۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہندوؤں سے اپنا گٹھ جوڑ بھی رکھا اور اُن کی خوب حمایت کی۔ انہیں مساجد میں لا کر منبرِ رسول پر بٹھانے سے بھی نہیں جھجکے اور ان میں کچھ وہ بھی تھے جو یہ تک کہہ گئے کہ نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو ''گاندھی'' نبی ہوتا۔ (**معاذ اللّٰہ**)۔ ''مکالمۃ الصدرین'' اور ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء'' کتابوں میں تفصیلی حقائق درج ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد انہی لوگوں نے یہاں سیاست اور مذہب پر اپنی اجارہ داری رکھنا چاہی، وسائل کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنے مفادات کی تکمیل کو ہر طرح انہوں نے ترجیح دی اور خود کو ''پریشر گروپس'' میں نمایاں رکھا۔ دورُخی طرزِ عمل انہیں مرغوب ہے۔ ہر عہدِ حکومت میں اپنے کچھ افراد کو یہ لوگ حزبِ اقتدار کے ساتھ وابستہ رکھتے ہیں اور باقی حزبِ اختلاف میں رہتے ہیں۔ ان کے اس طرزِ عمل سے اِن کا مطلوب و مقصود واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ عقائد و ایمان کے باب میں بھی اِن لوگوں کے ہاں یہی دورُخی نظر آتی ہے۔ جو قول و فعل ان کے بڑے اور یہ خود کہیں اور کریں، وہ تو نہ صرف جائز بلکہ بہتر و افضل شمار ہو اور وہی کوئی اور کہے اور کرے تو اسے ''مشرک و بدعتی'' کہنا بھی انہی کا وتیرہ ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مخالفین نے معاشرے میں دھند گہری کرنے اور رکھنے کا عمل اس وقفے میں بڑی شد و مد سے جاری رکھا، ان کی طرف سے جارحیت کے اس تسلسل میں اسلام اور ملّتِ اسلامیہ کے خلاف اور انہیں نقصان پہنچانے والے اثرات ہی ظاہر ہوئے۔ مسلم معاشرے کو آپس میں الجھانا اور لڑوانا ہی دشمنانِ اسلام کی سازش تھا اور یہ لوگ انہی کے آلۂ کار بنے۔

اہلِ حق نے شروع میں تو مخالفین کے لگائے ہوئے الزامات کے جواب پر توجہ رکھی۔ گزشتہ رُبع صدی میں ''اہلِ ایمان'' نے دنیا کو اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات سے روشناس کرانے کی مدبرانہ پالیسی اپنا کر سمتوں میں حقائق کا اتنا اُجالا کر دیا کہ مخالفین کی ساری چالیں اور سازشیں خود ان کے اپنے لیے رسوائی اور پریشانی کا باعث ہوگئیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ حق اور حقیقت کو فراموش کر دینے سے کبھی فوز و فلاح نہیں ملتی۔

اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کی اپنی تصانیف سے ان کے مخالفین فی الواقع کوئی بات کتاب و سنّت سے متصادم یا متضاد تو ثابت نہ کر سکے، البتہ اب کچھ لوگوں نے اپنے علم وفہم میں عدم توازن اور نقص کی وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے منظوم کلام میں سے چند اشعار کو ہدفِ اعتراض بنانے کی جسارت ضرور کی۔ مَیں نے مناسب یہی خیال کیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کہے ہوئے وہ نعتیہ اشعار جنہیں معترضہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے انہیں حقائق سے ہم آئینہ کرتے ہوئے اعتراضات کا جواب پیش کروں۔ اس طرح ان تمام نعت گویان کی طمانیت کا بھی سامان ہوگا جو نعت شریف کہتے ہوئے یہی چاہتے ہیں کہ ان سے کوئی بات خلافِ واقعہ اور غلط سرزد نہ ہو۔

قارئین پر واضح رہے کہ اس فقیر کی یہ تحریر اپنے معصوم و مقدس اور سب سے اَولیٰ و اَعلیٰ نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس اور عظمت و مرتبت سے دفاع کے لیے ہے۔ معترضین نے اعتراض بظاہر کلامِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کچھ اشعار پر کیے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اعتراض تو میرے پیارے نبی پاک ﷺ پر کیے گئے ہیں کیوں کہ معترضین نے میرے رسولِ کریم ﷺ کی وہ شانِ عظمت و مرتبت نہیں مانی جو اللہ کریم جلّ شانہ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور اس کا بیان ہر دَور میں اَخیارِ اُمّت نے حصولِ برکت و سعادت اور اظہار و احقاقِ حق کے لیے کیا۔

مجھے بہت کرب کا سامنا ہوتا ہے جب خود کو عالم و فاضل اور مُعلّم و مُبلّغ لکھنے اور کہلانے والے یہ کہتے لکھتے ہیں کہ: ''بڑے بڑے عالموں فاضلوں کو بھی توحیدِ خالص کا شعور نہیں اور ان کی تحریریں عبد و معبود کے فرقِ مراتب کے صحیح اسلامی تصوّر و تعبیر سے خالی ہیں۔'' اور ایسا کہنے لکھنے والے اپنے اس ''دعوے'' کے حوالے سے اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام سے بھی وہ اشعار پیش کر دیتے ہیں جو بے غبار ہیں۔

دو ہی باتیں ہوسکتی ہیں، ایک تو یہ کہ ایسے لوگ خود کو ''علامہ اور پروفیسر وغیرہ'' کہلا کر بھی عدل و انصاف نہیں کرتے۔ دوسری یہ کہ انہیں شخصی یا مسلکی تعصُّب اور عِناد کی وجہ سے حقائق قبول نہیں۔

واضح رہے کہ بحمدہٖ تعالیٰ مجھے کسی فی الواقع غلطی کو نہ ماننے کی غلطی سے کوئی شغف نہیں اور نہ ہی کسی صحیح بات کو غلط کہنے کی ڈھٹائی اور ضد کا کوئی شوق ہے۔ بہت قلق ہوتا ہے کہ لوگ اس دھند اور غبار کو دُور نہیں کرتے جو

خود ان کی اپنی فہم و بصر کو آلودہ کیے ہوئے ہے۔ وہ لوگ جو خود پر روشنی کو راہ نہیں دیتے یاد رکھیں کہ ان کا خود کو تاریکی میں رکھنا انہیں علم و عرفان اور حق سے دُور کرتا ہے۔ قرآنِ کریم نے اہلِ ایمان کی خوبی یہی بتائی ہے کہ وہ اندھیرے سے اُجالے کی طرف لاتے ہیں۔ تاریکیوں کی طرف لے جانا ہرگز اہلِ ایمان کا کام نہیں۔

مخالفین کے ''اکابر علماء'' جنہیں یہ افراد ان میں بغیر ان اَوصاف کے ہوتے ہوئے بھی ''مطاع الکل، حکیم الاُمّت، غوثِ اعظم، مربیٔ خلائق، شیخ الکل، قبلۂ حاجات، سرچشمۂ احسان، قبلہ و کعبۂ دینی و ایمانی، قاسم العلوم والخیرات، رحمۃ للعالمین، نورِ مجسم، مُشکل کشا، حاجت رَوا، مُصلحِ اعظم، دست گیر دست گیراں، کامل الصفات، غوث العباد، میزبانِ خلق، مدارِ رُشد و ہدایت، شاہِ دین و دنیا، آبروئے بزمِ امکاں، علیِ وقت، گنجِ فضل، رہبرِ اعظم، حُسینِ ثانی، مرشد الآفاق، ہادیِ عالم'' جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے خود اپنے ہی عقیدے اور فتوے بھی بھول جاتے ہیں، ان کے ان بڑوں نے تو اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ پر وہ اعتراض نہیں کیے جو یہ لوگ کر رہے ہیں لہذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ اعتراض کرنے والے یہ لوگ ضرور بغض و عناد رکھتے ہیں یا اپنے علم و فہم میں نقص رکھتے ہیں اور اپنے اکابر کی بھی تنقیص و تضحیک کرتے ہیں حالاں کہ اپنے انہی ''اکابر'' کا تحفظ انہیں دین اور حقائق سے زیادہ مطلوب اور عزیز ہے۔ یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ مخالفین کے ان بڑوں تک اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریریں اور شاعری نہیں پہنچی بلکہ ان کے ان بڑوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے ان کے بارے میں جو تاثرات بیان کیے وہ بھی تاریخ کا حصہ ہیں، ان میں سے کچھ اقتباس اس فقیر نے اپنی کتاب ''سفید و سیاہ'' میں نقل کیے ہیں۔ معترضین و مخالفین اپنا اور اپنے بڑوں کا فرق اور طرز و طریق ان کی اور اپنی تحریروں کے آئینے میں خود ہی ملاحظہ فرمالیں۔

اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام میں معترضہ بتائے جانے والے اشعار کو حقائق سے ہم آئینہ کرنے سے پہلے یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا اپنا بیان نقل کرتا ہوں، ملاحظہ ہو، وہ فرماتے ہیں:

''ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنۃ للّٰہ محفوظ
قرآن سے مَیں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ''

فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ نے واضح فرما دیا کہ انہوں نے قرآنِ کریم سے نعت گوئی سیکھی ہے۔ یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایسا بیان وہی کر سکتا ہے اور اُسی ہستی سے صحیح مانا جا سکتا ہے جس کا سینہ اللّٰہ تعالیٰ نے اسلام و ایمان کے لیے کھول دیا ہو اور اسے قرآن کریم کی صحیح فہم کی سعادت حاصل ہو۔ اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی علیہ الرحمہ کو ان کے عہد میں اور ان کے بعد بھی عرب و عجم کے علمائے حق نے مجدِّد اعظم اور امام اہلِ سنّت مانا ہے۔ ان کا یہ بیان احوال واقعی ہی کی ترجمانی ہے۔ ''کنزالایمان'' کے نام سے ان کا کیا ہُوا ترجمۂ قرآن لاکھوں کی تعداد میں شائع ہُوا ہے۔ اس ترجمے کے بارے میں یہ روایت بھی کتابوں میں درج ہے کہ آیت پڑھی جاتی اور وہ اُردو ترجمہ لکھوا دیتے۔ اسے کیا کہئے کہ اس ترجمے کو پڑھ کر معتبر تفاسیر قرآن سے مکمل تائید ہی ملی اور اندازہ ہُوا کہ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے ترجمہ تو زبانی لکھوایا مگر ہر آیت قرآنی کے ترجمے ہی میں بیان کا مفہوم بھی واضح کر دیا اور یہ قابلیت قرآنِ کریم میں بہت فکر و تدبّر کے بغیر ممکن نہیں۔ آیتِ قرآنی پڑھ کر تمام تفاسیر کو دیکھنا پھر صحیح مفہوم کو اخذ کرنا اور اس پر مطمئن ہوکر لکھنا بھی کارنامہ شمار ہوگا مگر اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ اپنے عہد کے حضرات میں واقعی ''اعلیٰ حضرت'' ثابت ہو رہے ہیں کہ فوری طور پر جو ترجمہ لکھوا رہے ہیں نہ صرف اس پر وہ مطمئن ہیں بلکہ وہ ترجمہ اپنے محاسن میں نہایت عمدہ ہے۔ یہ ان کی خداداد ذہانت اور خداداد قوتِ حافظہ ہی تھی کہ انہیں ایک بار مطالعے کے بعد عبارت لفظ بہ لفظ یاد رہتی اور وہ اسے اپنے عمدہ حافظے ہی سے نقل کر دیتے۔ یہ خوبی بھی کیا کم ہے کہ ایک ماہ میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا۔

اب یہ بھی دیکھا جائے کہ جس شخص کو بفضلہٖ تعالیٰ اتنا استحضار ہو کہ وہ قرآنِ کریم کی آیت صرف سُن کر فی الفور صحیح ترجمہ و مفہوم لکھوا رہا ہے تو اس کی نعت گوئی میں احکامِ شریعت کا ملحوظ نہ ہونا کیسے گمان کیا جائے؟

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ یقیناً ''معصوم'' نہیں تھے لیکن یہ فضلِ الٰہی اور فیضانِ مصطفوی (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) ہی ہے کہ ''بے جا'' سے ان کا کلام محفوظ ہو، وہ خود بھی اس کو اللہ کریم جلّ شانہ کا احسان بتا رہے ہیں۔

اس کے باوجود کہا جائے کہ انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے، خطا و نسیان کی گنجائش ہے تو مجھے اس سے انکار نہیں مگر فی الواقع خطا کو خطا شمار کیا جائے جو خطا نہیں اسے خطا گردانے کا جتن نہ کیا جائے۔

نعت گوئی کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ ہی کا یہ ارشاد بھی لکھا گیا ہے کہ:

''اور حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے، بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔'' (ص ۴۶، الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ بریلی)

اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کا ایک اور بیان ملاحظہ ہو: ؎

''توشہ میں غم و اشک کا ساماں بس ہے   افغان دل زار حدی خواں بس ہے

رہ بر کی رہِ نعت میں گر حاجت ہو   نقشِ قدمِ حضرت حساں بس ہے''

قرآنِ کریم سے نعت گوئی سیکھنے اور نعت گوئی میں دونوں جانب سخت حد بندی کی بات کرنے والی اپنے عہد کی سب سے بڑی علمی شخصیت کی نعتیہ شاعری اُردو میں اپنی مثال آپ ہے۔ علمی تبحر اور عربی فارسی اُردو ہندی پر یکساں مثالی مہارت کی بدولت انہیں لفظ و قافیے سوچنے نہیں پڑتے بلکہ ان کا تخیل جس سطح پر پرواز کرتا ہے اسے لفظوں میں کسی طور بیان کر دینا ان کا کمال ہے۔ قرآنی آیات اور احادیث کا استحضار ان کی نعت گوئی کو ان تمام شاعروں میں ممتاز کرتا ہے جو کسی طور شعر کہنا تو جانتے ہیں لیکن دینی علمی استعداد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مقابل کوئی درجہ نہیں رکھتے۔

جی تو چاہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کلام بلاغت نظام کے مجموعے سے کچھ اشعار اپنے بیان کی تائید میں نقل کروں لیکن ہر شعر کے محاسن کا بیان طویل ہو جائے گا اور میں اس مضمون کا موضوع منتخب کر چکا ہوں۔

اعلیٰ حضرت محدِّث بریلوی علیہ الرحمہ کا یہ خاصہ بھی ہے کہ وہ اپنی بیش تر کُتُب کے نام ''تاریخی'' تجویز کیا کرتے تھے۔ ان ناموں کے حروف کے اعداد و شمار کیے جائیں تو کتاب کا سنِ تالیف و اشاعت از خود معلوم ہو جاتا ہے۔ ان کے مجموعہ کلام کا تاریخی نام ''حدائق بخشش'' ہے۔ یعنی یہ مجموعہ 1325ھ میں پہلی مرتبہ طبع ہُوا۔

اس مجموعہ کلام ''حدایق بخشش'' کے دو ہی حصے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال کے کچھ برس بعد ان کے ایک معتقد و محبّ مولانا محبوب علی خاں نے اپنی دانست اور کوشش سے غیر مطبوعہ وہ کلام جمع کیا جو اعلیٰ حضرت کا بتایا گیا۔ اس مجموعے کا نام ''باقیاتِ رضا'' رکھنے کی بجائے انہوں نے اس کا نام بھی ''حدایق بخشش'' ہی رکھ دیا اور اسے از خود اس کا ''حصہ سوم'' قرار دے دیا۔ یہ ان کی خود اپنی ہی کارگزاری تھی۔ غیر مطبوعہ کلام کے اس مجموعے کی اشاعت کو لگ بھگ تین دہائیاں گزرنے کے بعد اس میں درج ایک قصیدے میں سے تین اشعار کا بیان اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب کیا گیا اور ان اشعار کو حضرت اُمّ المومنین کی شانِ اقدس کی گستاخی و اہانت قرار دیا گیا۔ معترضین کی طرف سے کچھ برس پہلے جنوبی افریقہ سے شائع ہونے والے کتابچے ''جوہانس برگ سے بریلی'' میں یہی اعتراض درج تھا اور اس کتابچے میں مولانا محبوب علی خاں کی شائع کردہ حدایق بخشش حصہ سوم کے اس صفحے کا عکس بھی شامل تھا جس صفحے پر قصیدے کے وہ معترضہ بتائے گئے اشعار ہیں۔ ''جوہانس برگ سے بریلی'' کتابچوں کے تین حصے مطبوعہ مجھے وہاں کے احباب نے دیئے تھے۔ ''وائٹ اینڈ بلیک'' کے نام سے انگریزی میں اور ''سفید و سیاہ'' کے نام سے اُردو میں یہ فقیر ان کتابچوں کے مندرجات کا جواب پندرہ برس پہلے تحریر

کر چکا ہے۔ ''**حدایق بخشش**'' حصہ سوم پر کیے جانے والے اس اعتراض کا جواب اپنی اسی کتاب ''سفید وسیاہ'' سے ملخصاً یہاں نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو:۔

''امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف، 55 سے زائد مختلف علوم وفنون پر کامل دست گاہ رکھنے والے، نابغۂ عصر شخصیت ہونے کے ساتھ، باکمال شاعر بھی تھے۔ انہوں نے جملہ علوم وفنون سے دین کی خدمت کی۔ ان کی شاعری اپنوں بے گانوں میں بہت مقبول ہے۔ ان کے شعری مجموعے کا نام ''حدایق بخشش'' ہے جس کے دو مستند حصے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے وصال کے بعد ان کے ایک عقیدت مند مولانا محمد محبوب علی خان صاحب نے احباب کے تعاون سے اعلیٰ حضرت کا غیر مطبوعہ کلام جمع کیا۔ مختلف شہروں اور بعید وقریب مقامات میں جس کسی کے پاس کوئی غیر مطبوعہ تحریر تھی، وہ حاصل کرنے کی سعی کی گئی، تاہم اس غیر مطبوعہ کلام کے بارے میں پورے یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ فی الواقع یہ تمام، اعلی حضرت فاضل بریلوی ہی کا کلام ہے۔ اعلیٰ حضرت کا مستند کلام وہی ہے جو، ان کی موجودگی میں دو حصوں میں شائع ہُوا۔ تیسرے حصے (باقیاتِ رضا) میں شامل کلام کی تمام ذمہ داری مولانا محبوب علی خاں صاحب کی تھی مگر افسوس کہ وہ خود تحقیق وتصدیق نہ کرنے کے ساتھ ساتھ، خود پُروف ریڈنگ (مسودہ بینی) بھی نہ کر سکے، مزید برآں یہ کہ تقسیم سے قبل ہندوستان میں چھاپے خانے (پرنٹنگ پریس) مسلمانوں کی ملکیت میں نہ ہونے کے برابر تھے، جیسا کہ اب بھی غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کا احوال ہے۔ غیر مسلم چھاپے خانے والے نے بھی کچھ خیال نہیں کیا اور غلط ترتیب سے کچھ اشعار شائع ہوگئے، احباب کا کہنا تھا کہ یہ یقیناً شر پسندوں کی شرارت ہے۔ چناں چہ مولانا محبوب علی خان نے بغیر کسی تاخیر کے، احوالِ واقعی کی تشہیر کی اور توبہ نامہ شائع کر کے پورے ملک میں مشتہر کیا، پوسٹرز، پمفلٹس، اخبارات اور فتاویٰ کی صورت میں مولانا محبوب علی خان کی طرف سے تفصیل اور توبہ نامہ شائع ہوتے ہی یہ اعتراض ختم ہوگیا۔

مولانا محبوب علی خان جنہوں نے کلامِ اعلیٰ حضرت کا تیسرا حصہ مرتّب کیا تھا، وہ خود فرماتے ہیں کہ ''کاتب اور نا بہہ اسٹیم پریس کے مالک دونوں بد مذہب تھے۔ انہوں نے کاتب اور پریس والے کو بتا دیا تھا کہ یہ قصیدہ پورا دست یاب نہیں ہُوا اور یہ اشعار مسلسل نہیں ہیں یعنی یہ ترتیب وار نہیں ہیں۔ (اشعار کا مضمون الگ الگ ہے)۔ لہذا یہ اشعار اکٹھے شائع نہیں کئے جائیں گے اور لفظ ''علیحدہ'' جلی قلم سے ان اشعار سے پہلے لکھا جائے گا اور یہ اشعار، قصیدہ میں جس ترتیب کے ساتھ لگائے جائیں گے، وہ بھی بتا دی، مگر کاتب اور پریس والے نے قصداً یا سہواً اس تاکید کا خیال نہیں رکھا۔ کتابت کی طباعت کے بعد بار بار فقیر (محبوب علی خان) اپنی توبہ شائع کر چکا ہے۔ اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ فقیر کی توبہ قبول فرمائیں اور سُنّی مسلمان بھائی

بھی اللہ ورسول کے لیے مجھے معاف فرمائیں۔''

قارئینِ کرام! توجہ فرمایئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد ان کے غیر مطبوعہ وغیرہ مصدّقہ کلام کی کتابت میں ایک غلطی واقع ہوئی۔ غلطی کرنے والے کی طرف سے پوسٹرز، پمفلٹس، اخبارات وفتوؤں کی صورت میں توبہ نامے شائع کیے جاتے ہیں، کیوں کہ غلطی کا اسے شدید احساس ہے، وہ اپنی اَنا کا مسئلہ کھڑا نہیں کرتا، تاویلوں یا وضاحتوں کے ذریعے غلط بات کو درست ثابت نہیں کرتا، بلکہ غلطی کا اعتراف کر کے توبہ نامہ شائع کرتا ہے۔ اس کے توبہ نامے کی اشاعت کے بعد اپنوں بے گانوں کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے، مگر دوسری طرف جنوبی افریقہ میں مقیم مخالفین کا حال بھی دیکھئے۔ ''جوہانس برگ سے بریلی'' ص 7 پارٹ 2 پر ''**حدایق بخشش**'' حصہ سوم کے ص 37 کا عکس موجود ہے۔ جسے ان مخالفین نے شاید فخریہ طور پر شائع کیا ہے، مگر یہ لوگ بصارت سے بھی کام نہیں لے سکے۔ اس مطبوعہ عکس میں لفظ ''علیحدہ'' جلی قلم سے موجود ہے اور جن دوشعروں پر ''جوہانس برگ سے بریلی'' کے مصنِّف کو اعتراض ہے، ان کے بعد بھی، ان دوشعروں کو باقی اشعار سے الگ کرنے کے لیے ''خط'' کھنچا ہوا ہے۔

اسے قُدرت کا کرشمہ کہئے کہ ''جوہانس برگ سے بریلی''، پارٹ 2 ص 7 پر ''**حدایق بخشش**'' حصہ سوم کے ص 37 کا عکس چھاپ کر جنوبی افریقہ کے ان لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں اپنی جگ ہنسائی کا اہتمام کرلیا اور ان ہی کے ذریعے مولانا محبوب علی خان کے بیان کی تصدیق بھی ہوگئی۔

33، 34 سال کے بعد جنوبی افریقہ میں ان اشعار کے حوالے سے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی پر، یہ مخالفین شاید یہ سوچ کر پھر اعتراض کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں 1955ء میں، اس معاملے میں جو کچھ ہُوا، اس کی تفصیل جنوبی افریقہ والوں کو کہاں معلوم ہوگی اور کون تحقیق کرتا پھرے گا؟ لہٰذا یہ لوگ اعلیٰ حضرت کے خلاف رائے عامہ قائم کرنے میں کام یاب ہو جائیں گے۔

یہ لوگ اگر عدل وانصاف کے اصول وقواعد کو مانتے ہیں تو یہ بتائیں کہ حقائق جاننے کے بعد کیا اعتراض کی گنجائش باقی رہتی ہے؟ اگر نہیں تو، ان کو امامِ اہلِ سنّت مولانا احمد رضا خان بریلوی پر اعتراض کی بجائے خود اپنی شدید غلطی کا اعتراف کرنا چاہئے اور کسی مسلمان پر تہمت وبہتان لگانے کا عذاب مول نہیں لینا چاہئے۔'' (ص 117 تا 121، سفید وسیاہ، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور 1989ء)

اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام پر ایک اور اعتراض اور اس کا جواب بھی اپنی اسی کتاب ''سفید وسیاہ'' سے ملخصاً نقل کر رہا ہوں، ملاحظہ ہو:

''جوہانس برگ سے بریلی''، پارٹ 2 ص 10 میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر ایک اور اعتراض ان کے مخالفین کی جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے اپنے منظوم

کلام میں حضرت محبوبِ سبحانی، شیخ سید عبدالقادر جیلانی سرکار غوثِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کے مناقب، شاعری کی کئی اصناف میں کہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کے نام کے حروف کی، حروف تہجی کے اعتبار سے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی رباعیاں کہی ہیں۔ ایک رباعی میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ نے حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کے نام ''عبدالقادر'' کے حروف کے لطائف کا بیان حُسنِ عقیدت و محبت سے کیا ہے۔ (حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کے نام، عبدالقادر کا چوتھا اور ساتواں حرف ''الف'' ہے اور آخری حرف ''ر'' ہے اور اسی حرف کو، اس نام میں انجام سے تعبیر کیا ہے) اس رباعی کے صرف دو مصرعوں کا عکس، ''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے مصنف نے شائع کیا ہے۔ اگر وہ دیانت دار ہوتا تو پوری رباعی کا عکس شائع کرتا، لیکن اسے معلوم تھا کہ پوری رباعی کا عکس، شائع کرنے کی صورت میں، اہلِ علم جان لیں گے کہ ''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے مصنّف کا اعتراض محض اس کی اپنی جہالت اور اعلیٰ حضرت سے بے بنیاد دشمنی ہی ہے۔ یہاں قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء کا یہ بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے منظوم کلام کی سطر سطر، عشقِ رسول ﷺ سے لبریز ہے۔ دیوبند کے کسی بڑے عالم کو اعلیٰ حضرت بریلوی کے کلام میں کوئی نقص نہیں ملا، انہوں نے ہرگز کوئی اعتراض نہیں کیا ''جو ہانس برگ سے بریلی'' کتابچے کا مصنّف، شاید تمام علمائے دیوبند سے زیادہ بڑا عالم ہے اور شاید، اپنے اسی ''زیادہ'' علم و فہم کی وجہ سے اپنے بڑوں کی رسوائی کا سامان کر رہا ہے۔

قارئین کرام: اعلیٰ حضرت بریلوی کی وہ مکمل (فارسی) رباعی ملاحظہ فرمائیں جس کے صرف دو مصرعے نقل کر کے ''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے مصنِّف نے اعلیٰ حضرت بریلوی پر شدید بہتان باندھا ہے۔ ؎

بر وَحدتِ اُو رابع عبدالقادر — یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وَے آغازِ رسالت باشد — اینک گو ہم تابع عبدالقادر

اس رباعی کا ترجمہ یہ ہے کہ، اللّٰہ تعالیٰ کی وَحدت پر (حضرت غوثِ اعظم رضی اللّٰہ عنہ کے نام) عبدالقادر کا چوتھا حرف ''الف'' شاہد ہے اور اس نام عبدالقادر کا ساتواں حرف ''الف'' دوسرا شاہد ہے۔ عبدالقادر نام کا انجام (آخر) ''ر'' کے حرف پر ہوتا ہے جو لفظ ''رسالت'' کا پہلا حرف ہے، تو یہ کہو کہ اس نام عبدالقادر کی خوبی یہ ہے کہ یہ نِکات، مبارک نام ''عبدالقادر'' کے تابع ہیں، اس مبارک اور پیارے نام سے مستفاد ہیں۔

یوں بھی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اس رباعی کے آخری دو مصرعوں میں یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، اللہ کے ولیوں کے سردار ہیں، جہاں سیدنا غوث پاک

رضی اللّٰہ عنہ کے مقامِ ولایت کی انتہا ہے وہاں سے اللہ سبحانہ کے نبیوں (علیہم السلام) کے مقام رسالت کی ابتداء ہوتی ہے۔

''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے بددیانت مصنِّف نے اپنی جہالت و سفالت کی بنیاد پر اس رباعی کے آخری دو مصرعوں کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ ''شیخ عبدالقادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول بھی شیخ عبدالقادر کا تابع ہوگا۔'' اس اعتراض کے جواب میں (عربی کا) مشہور مقولہ دُہراؤں گا کہ ''جسے فقہ نہیں آتی وہ فقہ کی کتاب کا مصنِّف بن بیٹھا۔'' یہ مخالفین کی بدقسمتی اور شامتِ اعمال ہے کہ وہ اہلِ سنّت کے امام، اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام سمجھنے کی لیاقت و صلاحیت ہی نہیں رکھتے اور اپنی جہالت کے باوجود، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی پر اعتراض کرتے اور بہتان لگاتے ہیں اور اس طرح خود اپنی رسوائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ دراصل اس رباعی کے پہلے شعر (دو مصرعوں) کا مطلب ان مخالفین کو سمجھ نہیں آتا، اس لیے وہ دوسرے شعر کا اپنی طرف سے غلط مطلب و مفہوم گڑھ کے، عقیدۂ ختمِ نبوت کے سچے محافظ، اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللّٰہ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرتے ہیں اور عذاب کماتے ہیں۔

''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے مصنِّف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اعلیٰ حضرت بریلوی چوں کہ ''قادری'' کہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ شیخ عبدالقادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو ''نبی'' کہہ رہے ہیں۔'' یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر بہتان ہے، ''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے مصنف اور اس کے حامی، اس بہتان طرازی کی سزا، ان شاءاللہ ضرور پائیں گے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللّٰہ عنہ پر شدید بہتان لگانے والے یہ لوگ ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختمِ نبوت کے بارے میں عقیدہ و فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب ''جزاللّٰہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ'' میں تحریر فرمایا۔

وہ فرماتے ہیں ''اللّٰہ عزّ وجل سچا اور اس کا کلام سچا۔ مسلمان پر جس طرح لا الٰہ اِلّا اللّٰہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اَحد، صَمد، لاشریک لہ، جاننا فرضِ اول و مناطِ ایمان ہے، یوں ہی محمد رسول اللّٰہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل و جزئے ایقان ہے ﴿وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ (الاحزاب:۳۳/۶۰) نصّ قطعی قرآن ہے۔ اس کا مُنکر، نہ مُنکر بلکہ شبہ کرنے والا، نہ شک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً ملعون، مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدۂ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے، وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شکّ و تردُّد کو راہ دے، وہ بھی کافر......'' (ص 6، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے خود اپنے قلم سے ''ختمِ نبوت'' کے موضوع پر کئی کتابوں اور واضح فتوی کے باوجود، ''جو ہانس برگ سے بریلی'' کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر بہتان لگانا، بلاشبہ سنگین ظلم ہے۔'' (سفید وسیاہ، ص161 تا164)

اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام میں سے جو اشعار ان لوگوں کے نزدیک ''عبد و معبود کے فرق مراتب اور اُنس ومحبت کے صحیح اسلامی تصوّر وتعبیر سے خالی ہیں'' وہ بھی ملاحظہ ہوں:

''1- فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں — خُسروا عرش پر اڑتا ہے پھریرا تیرا
2- آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان — صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
3- میری تقدیر بُری ہے تو بھلی کردے کہ ہے — محوِ اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا
4- مَیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و مُحِبّ میں نہیں میرا تیرا
5- ہے مُلکِ خدا پہ جس کا قبضہ — میرا ہے وہ کام گار آقا
6- وہی نورِ حق وہی ظِلِّ ربّ — ہے انہیں کا سب ہے انہیں سے سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ — زمیں نہیں کہ زماں نہیں
7- وہی لامکاں کے مکیں ہوئے — سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں — وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں
8- سرِعرش پر ہے تیری گزر — دلِ فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے — نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں
9- واللہ وہ سُن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے — اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے
10- خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے — دو عالَم میں جو کچھ خفی و جلی ہے
11- عالم علم دو عالم ہیں حضور — آپ سے کیا عرض حاجت کیجئے
12- جِنّ و بشر سلام کو حاضر ہیں، السلام — یہ بارگاہ مالکِ جِنّ و بشر کی ہے
13- سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں، السلام — یہ بارگاہ مالکِ ہر خشک و تر کی ہے
14- عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام
15- محبوب و مُحِبّ کی ملک ہے ایک — کونین ہیں مال مصطفائی''

ان اشعار کو لکھنے کے بعد معترضین کے اعتراض انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہوں، وہ لکھتے ہیں:

''ان اشعار کے معانی ومطالب کا اگر خلاصہ کیا جائے تو کچھ اس طرح ہوگا کہ:

☆ رسولِ کریم ﷺ زمین، آسمان، عرش، فرش، ہر خشک تر اور سب جن وبشر، غرضیکہ خدا کی ساری خدائی کے مالک وحاکم ہیں۔ (دیکھیے شعر نمبر1 تا7 اور 12 تا15)
☆ دونوں جہان کے ہر خفی وجلی کا آپ کو علم ہے یعنی آپ عالم الغیب بھی ہیں۔ (شعر:8 تا11)
☆ آپ سب کی فریاد سنتے اور فریاد رَسی فرماتے ہیں۔ (شعر:9)
☆ زمین، آسمان آپ کے دسترخوان ہیں، گویا ساری دنیا کو آپ ہی رزق دیتے ہیں۔ (شعر:2)
☆ تقدیر کا بدلنا اور محو واثبات کے دفتر (یعنی لوح محفوظ) میں کتر بیونت بھی آپ کے اختیار میں ہے۔ (شعر:3)'' (چراغ نوا، ص10 تا13، مطبوعہ مرکز مطالعات فارسی، علی گڑھ)

اپنی فہم کے مطابق اخذ کیے ہوئے یہ اعتراض لکھ کر معترضین نے قرآنی آیات پیش کی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ یہ لوگ انہی آیات کی وہ تفاسیر خود ملاحظہ کر لیتے جو معترضین ہی کے ''بڑوں'' نے لکھی ہیں لیکن یہ کام بھی میرے ہی ذمے ٹھہرا ہے، سو ملاحظہ ہو:

قرآنِ کریم میں ہے: ﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾۔ (البقرۃ:2/85)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی ''تو کیا کتاب کے بعض پر تم ایمان رکھتے ہو اور بعض پر ایمان نہیں رکھتے؟''۔ معترضین اسی کے عامل نظر آتے ہیں۔ چناں چہ ملاحظہ ہو:

اپنے اعتراضات پیش کرتے ہوئے معترضین لکھتے ہیں: ''خان صاحب کی پروازِ خیال کا عالَم آپ نے دیکھا، اب ذرا قرآن پاک کی چند آیات پر بھی نظر ڈال لیجئے۔''

کیا ان معترضین نے اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کی پروازِ خیال تک رسائی پائی؟ اعلیٰ حضرت تو اپنے خیال کو قرآن وحدیث اور شریعت وسنّت کا پابند رکھتے ہیں، ناقابلِ تردید دلائل وبراہین کا انبار لگا دیتے ہیں اور اپنی پروازِ خیال کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ کیا ان کے معترضین ومخالفین نے کبھی یہ ''سعادت'' حاصل کی کہ وہ اعلیٰ حضرت مجدّد بریلوی علیہ الرحمہ کے عقائد ان کی اپنی تحریروں سے جانتے؟ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے صرف نعتیہ کلام ہی نہیں لکھا حالاں کہ ان کی کہی ہوئی ہر نعت میں قرآن وحدیث ہی کی ترجمانی ہے اور اس کی تفصیل ان کی تحریروں میں اس قدر واضح ہے کہ اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ مگر ناواقفی کے باوجود اعتراض کرنا ہی مخالفین کو مرغوب ہے۔ ان معترضین کو تو اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کی کُتُب کے عربی نام بھی صحیح اِملا واعراب کے ساتھ شاید ہی پڑھنے آتے ہوں گے، قرآنِ کریم کی آیات کا ترجمہ کرنا بھی جنہیں صحیح نہیں آتا وہ اس ''پروازِ خیال'' پر معترض ہو رہے ہیں جو بفضلہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو حاصل تھی۔ واضح رہے کہ خود اشرف علی تھانوی ''افاضات یومیہ''، ص446 / 7 میں لکھتے ہیں کہ: ''قرآنِ کریم کے سمجھنے کے لیے 14 علوم میں تبحر ہونے کی ضرورت ہے مَیں تو غیر متبحر کو اگر چہ وہ درسیات سے فارغ

مولوی ہی کیوں نہ ہو، لوگوں کے سامنے ترجمۂ قرآن بیان کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔'' ان معترضین نے پہلی آیت یہ نقل کی ہے:

(1) ﴿لَهٗ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ مَنْ ذَالَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾

(البقرہ:2/255)

(ترجمہ بھی وہ لکھتے ہیں) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی (اللہ) کا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم کے بغیر اس سے کسی کی سفارش بھی کر سکے۔

اس آیت کا ترجمہ وتفسیر اشرف علی تھانوی سے ملاحظہ ہو:

''اسی کے مملوک ہیں سب جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس سفارش کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔''

تھانوی حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''ف قیامت میں انبیاء واولیاء گنہ گاروں کی شفاعت کریں گے وہ اول حق تعالیٰ کی مرضی پالیں گے جب شفاعت کریں گے۔''

(بیان القرآن،ص86،مطبوعہ تاج کمپنی،فروری1959ء)

قرآنِ کریم کی اس آیت نے واضح کیا کہ اللّٰہ کریم جلّ شانہ کی اجازت ہی سے کوئی شفاعت کر سکے گا اور تھانوی صاحب نے صاف لکھا کہ انبیاء واولیائے کرام اجازت پا کر شفاعت فرمائیں گے۔

اجازت کے حوالے سے قرآنِ کریم کا بیان ملاحظہ ہو:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾(طٰہٰ20/109)

تھانوی ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''اس روز سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو کہ جس کے واسطے اللّٰہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کر لیا ہو۔''

حاشیہ میں تھانوی لکھتے ہیں ''اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو (انبیاء و صلحاء کی سفارش نفع دے گی) کہ جس (کی سفارش کرنے) کے واسطے اللّٰہ تعالیٰ نے (شافعین) کو اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے (شافع) کا بولنا پسند کر لیا ہو......'' (ص630، بیان القرآن)۔ واضح رہے کہ قوسین میں درج الفاظ بھی تھانوی ہی کے ہیں۔

سورۂ مریم میں ہے: ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا﴾(مریم:19/87)

ترجمہ از تھانوی: ''کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمان کے پاس اجازت لے لی ہے۔'' حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس نے رحمٰن کے پاس (سے) اجازت

لے لی ہے (وہ انبیاء وصلحاء ہیں اور اجازت خاص ہے مومنین کے ساتھ۔)'' (بیان القرآن،ص615)

تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے رحمٰن سے وعدہ۔'' اور جناب شبیر احمد عثمانی حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا وعدہ دیا مثلاً ملائکہ، انبیاء، صالحین وغیرھم وہ ہی درجہ بدرجہ سفارش کریں گے۔ (ص403)

ان دو آیات نے واضح کر دیا کہ شفاعت کی اجازت دے دی گئی ہے۔ چناں چہ رسولِ کریم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں: أُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ، مجھے شفاعت عطا کر دی گئی ہے۔ (مشکوۃ:5747، ابن ابی شیبہ: 31633، صحیح ابن حبان:6364)

اعلیٰ حضرت مجدّد بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے

چاہا تھا کہ ''شفاعت'' سے متعلق ''اربعین'' (چالیس احادیث) یہاں نقل کر دوں لیکن یہ تحریر ایک مضمون کی بجائے پوری کتاب ہو جائے گا تاہم مختصراً ''شفاعت'' کا بیان ضروری سمجھتا ہوں تا کہ جنہیں اس کے بارے میں صحیح آگہی نہیں ان پر مسئلہ واضح ہو جائے۔ کیوں کہ بیان، نعتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ہے۔

''شفاعت'' کے معنی سفارش کے ہیں اور یہ دنیا میں کئی طرح کی ہوتی ہے لیکن جس مسئلۂ شفاعت کا بیان ہے وہ دو قسم کی ہے۔ گناہوں کی بخشش اور مرتبے و درجے کی بلندی کے لیے۔ بارگاہِ الٰہی میں شفاعت کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی کو اللّٰہ تعالیٰ کی جناب میں سینہ زوری یا اس کے ارادہ واختیار میں کسی طور مزاحمت یا تصرف یا اس کی قدرت میں کسی خلل کی تاب ہے۔ ضروری ہے کہ شفاعت کی حقیقت کو سمجھا جائے۔

شفیع: سفارش کرنے والا۔ **مشفوع له:** جس کے لیے سفارش کی جائے۔

مستشفع اليه: جس کی طرف سفارش کی جائے۔ **شفاعت:** سفارش۔

ایک شخص (شفیع، سفارش کرنے والا) کسی دوسرے شخص (مستشفع الیہ، جس کی طرف سفارش کی جائے) کی جناب میں کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ دوسرا شخص اس پہلے شخص کی سفارش اس لیے قبول کر لیتا ہے کہ اس پہلے شخص کو کسی وجہ سے دوسرے شخص کی جناب میں عزت ومنزلت حاصل ہوتی ہے۔ اس نے سفارش کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں خاص قُرب سے نوازا ہے اور اپنے وابستگان کے درمیان اسے عزت وامتیاز بخشا ہے۔ ان عزتوں اور کرامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام ماتحت لوگوں کی ترقی مناصب کے علاوہ جرائم اور کوتاہیوں کی معافی کے لیے اس کو بات کرنے کی اجازت دی ہے اور اس کی درخواست قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش کی پذیرائی کی جاتی ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس مُعزّز شفیع کی سفارش نہ ماننے سے وہ دل گرفتہ اور کبیدہ خاطر ہوگا اور اس کی رنجیدگی سے مستشفع الیہ کو رنج یا کوئی نقصان پہنچے گا۔ بلکہ

اس مُعزّ زشفیع سفارشی کی پذیرائی اس لیے ہوتی ہے کہ مستشفع الیہ نے اپنی بارگاہ میں اس شخص کو جوعزت و منزلت دی ہے، اس شخص کی بات نہ ماننا اس بندہ پروری اورعزت افزائی کے منافی ہوگا۔ایسی سفارش کو ’’شفاعتِ وجاہت‘‘ کہتے ہیں۔واضح رہے کہ شفاعت کے معنی سفارش اور وجاہت کے معنی لحاظ اورعزت کے ہیں، ایسانہیں سوچا جاسکتا کہ جس کے حضور سفارش کی گئی ہے وہ شفیع کی بات ماننے پر مجبور یا اس کی سفارش قبول کرنے کا پابند ہے یا اسے سفارشی کی ناخوشی سے خطرہ یاسفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں کسی نقصان کا خوف ہو۔کیوں کہ نقصان کے ڈر سے سفارش ماننا تو اپنے نقصان کو دور کرنا ہے۔اسے تو اطاعت کہنا چاہیے نہ کہ قبولِ شفاعت۔کوئی بادشاہ اپنے مصاحبوں میں سے شفقت وعنایت کرتے ہوئے کسی کو ایسےاور ایسے مرتبہ ومقام سےنوازتا ہے کہ وہ اس بادشاہ کے حضور لوگوں کی عرض حاجات اور خطا کاروں کی معافی چاہنے کی بات کرے اور بادشاہ اس شخص کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے اس کی سفارش قبول کرلے تو یہ اس شخص پر بادشاہ کے خصوصی انعام واکرام کا اظہار ہوگا۔

قرآنِ کریم میں ہے: ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (آل عمران:3/45)

ترجمہ از تھانوی: ’’باآبرو ہوں گے دنیا میں اور آخرت میں‘‘۔ (ص113)

﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا﴾ (احزاب:33/69)

ترجمہ از تھانوی: ’’اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔‘‘(ص836)

ہمارے رسولِ کریم ﷺ بلاشبہ بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزّز ومکرم اور جملہ مخلوق میں سب سے افضل ترین ہستی ہیں انہیں جومرتبت وفضیلت اورعزت وکرامت بارگاہِ الٰہی میں حاصل ہے کسی مخلوق کواس میں ہم سَری حاصل نہیں۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:ـ

آپ درگاہِ خدامیں ہیں وجیہ ہاں شفاعت بالوجاہت کیجئے

شفاعتِ وجاہت کے بعد شفاعتِ محبت کوسمجھا جائے۔

مستشفع الیہ کوشفیع سے محبت ہواورمحبت کا تقاضا محبوب کی ہرطرح خوشی ودل جوئی ہے، محبّ نہیں پسند کرتا کہ اس کےمحبوب کی دل شکنی ہو یا محبوب کورنجیدہ وآزردہ کیا جائے۔وہ غایتِ محبت کی وجہ سے محبوب کی فرمائش اور سفارش قبول کرتا ہے۔سفارش قبول کرنے میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ سفارش کی عدم پذیرائی کی صورت میں سفارش کرنے والے غضب وغصہ یا صدمہ وایذا کا باعث بنے گا یا کسی طرح مستشفع الیہ کوکوئی نقصان پہنچا سکتا ہے بلکہ محبوب کی دل داری ہی محبت کا تقاضا ہے اور محبت یہی کہتی ہے کہ محبوب کو خوش کیا جائے۔اس حوالے سے احادیث قدسی ہم پرواضح کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کوکتنا نوازتا ہے۔ایک

ارشاد میں ہے کہ کتنے گردآلود بالوں والے جن کے پاس دو بوسیدہ چادروں کے سوا کچھ نہ ہو اور جنہیں اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم (کسی بات پر) اٹھالیں تو اللّٰہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کو پورا کردے گا۔(میلادالنبی ﷺ، ص132، از تھانوی، مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور)

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ: وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ (بخاری شریف:6520)

اللہ تعالیٰ سب کا خالق و مالک حقیقی ہے کسی کوکسی لحاظ سے اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں کوئی شرکت یا تابِ مزاحمت نہیں ہے۔کوئی کسی طرح اس کا شریک یا ساجھی نہیں ہے نہ ہی اس کوکسی کی کوئی حاجت یاضرورت ہے۔اس کافضل واحسان اور کرم ہے کہ اس نے اپنی مخلوق میں بعض کوبعض پر درجات و مراتب اور فضیلت و بزرگی عطا کی ہے اور جنہیں اپنی بارگاہِ قدس کامُقرب بنایا ہے انہیں خاص شان اور مقبولیت ومحبوبیت عطا کی ہے، انہیں مخلوق میں ممتاز وافضل کیا ہے۔اللہ کریم جلّ شانہ اپنے فضل وکرم سے ان کی سفارش کی پذیرائی فرماتا ہے، ان کی فرمائش پوری کرتا ہے، انہیں اجازت عطا فرماتا ہے کہ وہ مُقربین اس کی بارگاہ میں اپنے وابستگان کے لیے دفعِ عذاب، رفعِ درجات اورعفو ومغفرت کی سفارش کریں۔ان محبوب ومقبول اور مُقرب لوگوں کو بارگاہِ الٰہی میں جوعزت ووجاہت اور محبوبیت ومقبولیت حاصل ہوتی ہے اس کی وجہ سے ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے۔بارگاہِ الٰہی میں سب سے زیادہ محبوب ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ ہیں۔اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ـ

حق تمہیں فرماچکا اپنا حبیب اب شفاعت بالمحبت کیجئے

بہت ہی اختصار کے ساتھ شفاعت کا مسئلہ اس فقیر نے یہاں درج کیا ہے، اس موضوع پر علمائے اہلِ سنّت کی مستقل تصانیف ہیں، تفصیل کے لیے ان کا مطالعہ کیا جائے۔

صحیح العقیدہ اہلِ ایمان اہلِ سنّت و جماعت یہ مؤقف اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کا ہر کمال ذاتی وحقیقی ہے اور مخلوق میں جس کسی کو جو کمال حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے اسی لیے اسے عطائی کہتے ہیں۔اللہ کریم جلّ شانہ جس کو جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اپنی بارگاہ کے مُقربین کو اس نے عام مخلوق کی نسبت جن خصوصیات سے نوازا ہے اس کا انکار بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی شانِ عطا کا انکار ہوگا۔

اعلیٰ حضرت مُجدّد بریلوی علیہ الرحمہ تو1856ء میں پیدا ہوئے اور 1921ء میں وصال فرمایا۔سن 11 ہجری سے 1272 ہجری تک اُمّتِ مسلمہ میں جو علمائے ربّانی ہوئے، انہوں نے کتنی تحریریں یادگار بنائیں وہ دیکھی جائیں۔اصحاب نبوی کے بعد تابعین میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللّٰہ عنہ کا کہا ہُوا قصیدہ، سیدنا امام محمد بن ادریس شافعی، سیدنا امام مالک بن انس اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے ارشادات اور تحریریں دیکھیے، مُفسّرین، مُحدِّثین، فقہاء، مُتکلّمین اور سیرت نگاروں،

مؤرّخوں کی وہ کتابیں جو آج ہمارا بہترین علمی سرمایہ ہیں ذرا انہیں دیکھیے، ان سب میں ہمیں واضح طور پر وہی باتیں نظر آتی ہیں جن کی ترجمانی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے چودھویں صدی ہجری میں فرمائی۔ امام غزالی، امام رازی، امام بوصیری، امام ابوالقاسم سُہیلی، امام نووی، محبّ طبری، امام ابن عساکر، امام عسقلانی، امام قسطلانی، امام شعرانی، شیخ سعدی، مولانا روم، امام سیوطی، مجدِّد الفِ ثانی اور شیخِ مُحقّق رضی اللہ عنہم جیسی ہستیاں نثر و نظم میں قرآن و سنّت کی ترجمانی کرتے ہوئے عربی فارسی میں جو لکھ رہی ہیں اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ نے اُردو میں ان کی ترجمانی کی ہے۔ کیا یہ ہستیاں عبد و معبود کے فرقِ مراتب سے آگاہ نہیں تھیں؟ کیا ان سب کی تحریریں عبد و معبود کے فرقِ مراتب کے صحیح اسلامی تصوّر و تعبیر سے خالی ہیں؟

اعلیٰ حضرت مُجدّد بریلوی علیہ الرحمہ نے کسی تحریر میں نبی کریم ﷺ کو ’’عالم الغیب‘‘ ہرگز ہرگز نہیں فرمایا، نہ ہی انہوں نے نبی کریم ﷺ کے لیے یہ فرمایا ہے کہ وہ خود سے کوئی علم یا بالذّات کوئی کمال رکھتے تھے بلکہ یہی فرماتے ہیں کہ اللّٰہ کریم جلّ شانہ نے نبی کریم ﷺ کو علم غیب اور کمالات سے نوازا، ان کا عقیدہ خود ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو: فرماتے ہیں: ’’افسوس کہ ان (معترضین) کو اتنا نہیں سُوجھتا کہ علمِ الٰہی ذاتی ہے اور علمِ خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادِث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروریُّ البقاء یہ جائز الفنا، وہ ممتنع الغیر یہ ممکن التبدُّل، ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمالِ شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔‘‘ مزید فرماتے ہیں: ’’اگر تمام اہلِ علم اگلے پچھلوں سب کے علوم جمع کیے جائیں تو ان کو علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندر سے۔‘‘

معترضین غور فرمائیں کہ کیا اس قدر واضح بیان کے بھی بعد بھی کسی اعتراض کی گنجائش رہتی ہے؟

معترضین نے اعلیٰ حضرت مُجدّد بریلوی علیہ الرحمہ کے کچھ نعتیہ اشعار پر اعتراض کرتے ہوئے یہ قرآنی آیات پیش کی ہیں:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ﴾ (الاعراف:7/188)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی ذات کے لیے بھی نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے، مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو اپنے لیے بہت سی خیر جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل:27/65)

(ترجمہ) (اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں اللّٰہ کے سوا کوئی بھی

غیب کا جاننے والا نہیں ہے۔

معترضین نے سورۂ الاعراف کی آیت نمبر 188 نقل ضرور کی لیکن اسے پڑھا اور سمجھا نہیں، اس آیت میں ﴿اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰه﴾ کے کلمات پر انہوں نے کوئی توجہ نہیں کی۔ ’’مگر جو اللہ چاہے‘‘ (7/188) ہی کے الفاظ سے ترجمہ کرتے ہوئے بھی وہ یہ سمجھ نہ سکے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت، اللہ کی عطا اور اللہ کریم جل شانہ کی اجازت کے بغیر اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ اور تمام اہلِ سنّت کسی میں کوئی کمال، قوت، اختیار وغیرہ ہرگز نہیں مانتے اور یہ آیت بھی یہی واضح کر رہی ہے کہ ’’خود سے‘‘ اور ’’ذاتی طور پر‘‘ کوئی علم اور کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں، جو کمال بھی حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے اور اس کی عطا سے ہے۔

چنانچہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے تحت جو لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو: ’’اس آیت میں بتلایا گیا ہے کوئی بندہ خود کتنا ہی بڑا ہو، نہ اپنے اندر ’’اختیار مستقل‘‘ رکھتا ہے نہ ’’علم محیط‘‘ سید الانبیاء صلعم (ﷺ) جو علوم اوّلین و آخرین کے حامل اور خزائن ارضی کنجیوں کے امین بنائے گئے تھے۔ ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہے کہ میں دوسروں کو کیا خود اپنی جان کو بھی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہوں مگر جس قدر اللّٰہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے۔‘‘ (ص 225، حاشیۂ قرآن)

قرآنِ کریم کا صحیح فہم ہونا بلاشبہ بہت سعادت ہے لیکن وہ لوگ جو اپنے فہم کو قرآن کے تابع کرنے کی بجائے قرآن کے مفہوم کو اپنے فہم کے تابع رکھنا چاہتے ہیں وہ اپنے لیے کیا ذخیرہ کر رہے ہیں، وہ خود سوچ لیں۔

قرآنِ کریم کی کچھ آیات میں نفی کا بیان ہے تو کچھ میں اثبات کا بیان ہے۔ ہر دو نفی و اثبات کی آیات کا ماننا ضروری ہوگا۔ شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ قرآن کے بعض کو ماننا اور قرآن کے بعض کا انکار یقیناً اہلِ ایمان کا کام نہیں۔

جن آیات میں ’’نفی‘‘ کا بیان ہے وہ بھی حق ہے اور جن آیات میں ’’اثبات‘‘ کا بیان ہے وہ بھی حق ہے۔ نفی کا بیان واضح کرتا ہے کہ ذاتی اور حقیقی طور پر اللّٰہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا ذاتی اور حقیقی طور پر کوئی اور نہیں جانتا۔ اثبات کا بیان واضح کرتا ہے کہ مخلوق میں جو کوئی جانتا ہے اور جس قدر جانتا ہے وہ اللّٰہ تعالیٰ کی عطا سے جانتا ہے۔ سمجھنے کے لیے دیکھیے۔ سورۂ یونس کی آیت: 10/65 میں ہے: ﴿اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾

یہ آیت بتاتی ہے کہ ساری عزت صرف اللّٰہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ صرف یہی آیت لکھی جائے اور کہا جائے کہ اللّٰہ کے سوا کسی کی کوئی عزت نہیں۔ کسی کو عزت مآب، معزز، مکرم نہ جانا جائے تو کیا یہ قرآن فہمی ہوگی؟

قرآن ہی میں ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ کے کلمات ہیں۔ قرآن ہی میں ہے: ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (المنافقون:63/8)

قرآن ہی نے بتادیا کہ ذاتی اور حقیقی طور پر عزت صرف اللّٰہ تعالی کے لیے ہے اور مخلوق میں اللّٰہ تعالی جسے چاہتا ہے عزت عطا فرماتا ہے اور عزت اللّٰہ تعالی کے لیے اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

مخالفین نے ''علم غیب'' کی نفی کی دو آیات نقل کیں لیکن قرآن ہی سے اثبات کی آیات نقل نہیں کیں۔ظاہری بات ہے کہ ان آیات کو نقل کردینے سے ان کا موقِف غلط ثابت ہوتا اور مخالفین اپنے موقف ہی کو اہم جانتے ہیں خواہ قرآن کی تکذیب ہی ان سے کیوں نہ سرزد ہو۔**(معاذ اللّٰہ)**

قرآنِ کریم میں ہے:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾(آل عمران:3/179)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی:''اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللّٰہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو چاہے۔''(ص94)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی:''اور اللہ تعالیٰ ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع نہیں کرتے ولیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللّٰہ تعالی کے پیغمبر ہیں ان کو منتخب فرماتے ہیں۔''(ص149۔150،بیان القرآن)

''وہ (اللہ) اپنے رسولوں کا انتخاب کرکے جس قدر غُیوب کی یقینی اِطّلاع دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔خلاصہ یہ ہُوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اِطّلاع نہیں دی جاتی،انبیا علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔''(حاشیہ قرآن،ص95،از شبیر احمد عثمانی)

قرآنِ کریم میں ہے:﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾(الجن:72/26-27)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی:''جاننے والا بھید کا سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو مگر جو پسند کرلیا کسی رسول کو۔''(ص744)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی:''غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔''(ص1103)

قرآنِ کریم میں ہے:﴿وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾

(النساء:4/113)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی:''اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللّٰہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔''(ص124) حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:''اس میں خطاب ہے رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم کی طرف اور اظہار ہے ان خائنوں کے فریب کا اور بیان ہے آپ کی عظمت شان اور عصمت کا اور اس کا کہ

آپ کمال علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اول ہے سب سے فائق ہیں اور اللّٰہ کا فضل آپ پر بے نہایت ہے جو ہمارے بیان اور ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔''(ص124) عثمانی مزید فرماتے ہیں:''آپ (ﷺ) کو اتنے بے شمار علوم و معارف حق تعالی نے مرحمت فرمائے ہیں جن کا احصاء کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں۔'' (ص226،حاشیۂ قرآن)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی:''اور آپ کو وہ وہ باتیں بتلائی ہیں جو آپ نہ جانتے تھے۔اور آپ پر اللّٰہ تعالی کا بڑا فضل ہے۔''(ص206،بیان القرآن)

قرآنِ کریم میں ہے:﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾(التکویر:81/24)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی:''اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں۔''(ص764)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی:''اور یہ پیغمبر مخفی باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں۔''

(ص1127،بیان القرآن)

''یہ پیغمبر (ﷺ) ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے،ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے،یا اللّٰہ کے اسماء وصفات سے،یا احکام شرعیہ سے،یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے،یا جنّت و دوزخ کے احوال سے،یا واقعات بعد الموت اور ان (غیب کی) چیزوں کے بتلانے میں (یہ پیغمبر ﷺ) ذرا بخل نہیں کرتا۔''

(حاشیہ قرآن،ص764،از شبیر احمد عثمانی،مطبوعہ مدینہ پریس،بجنور،1355ھ)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:''حق تعالی نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرمایا اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطۂ کلام اِلقا کردیا کیوں کہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیوں کر ممکن ہے اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کارِ خلافت انجام دے سکتے ہو،سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ لیکن انہوں نے اپنے عجز و قصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کارِ خلافت زمین میں نہیں کرسکتا اور اس علم عام سے قدر قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابلِ خلافت نہیں ہوسکتے۔یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ تیرے علم و حکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔اس کے بعد حضرت آدم (علیہ السلام) سے جو تمام اشیائے عالَم کی نسبت سوال ہوا تو فر فر سب امور ملائکہ کو بتادیے کہ وہ بھی سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدم (علیہ السلام) کے احاطۂ علمی پر عش عش کر گئے تو اللّٰہ تعالی نے ملائکہ سے فرمایا کہ کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی اُمور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں .... فائدہ اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔دیکھئے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم ہیں مگر علم میں چوں کہ انسان سے کم ہیں اس لیے مرتبۂ خلافت انسان ہی کو عطا ہُوا اور ملائکہ نے

بھی اس کو تسلیم کرلیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے کیوں کہ عبادت تو خاصۂ مخلوقات ہے خدا کی صفت نہیں البتہ علم خدائے تعالیٰ کی صفتِ اعلیٰ ہے اس لیے قابلِ خلافت یہی ہوئے کیوں کہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے۔'' (ص:8، حاشیۂ قرآن)

معترضین سے عرض ہے کہ وہ اپنے شبیر احمد عثمانی کی اس تفسیر میں غور فرمائیں اور عبد و معبود کے فرقِ مراتب کا صحیح اسلامی تصوّر واضح فرمائیں۔ ایک شخص اس تفسیر میں پہلی بات یہ پڑھتا ہے کہ بغیر واسطۂ کلام، اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کے دل میں علم ڈال دیتا ہے۔ پھر اسی تفسیر میں وہ شخص یہ بھی پڑھتا ہے کہ ''فرفر سب اُمور بتانے والے'' تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ یہ فرمارہا ہے کہ: ''کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی اُمور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں''۔ یعنی فرفر بتایا حضرت آدم علیہ السلام نے لیکن جاننے کی صفت اللّٰہ تعالیٰ کے لیے بیان ہوئی۔ پھر اسی تفسیر میں یہ بھی واضح ہے کہ ''علم'' اللہ تعالیٰ کی صفتِ اعلیٰ ہے اور خلیفہ میں مستخلف عنہ کے کمال کا ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور مستخلف عنہ اللہ تعالیٰ ہے۔

جو سوال اس شخص کے ذہن میں اس تفسیر کے پڑھنے سے آتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے جو علم حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں القا فرمایا وہ حضرت آدم علیہ السلام کے حواس اور عقل سے مخفی تھا یا نہیں؟ (شبیر احمد عثانی نے ﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ﴾ (البقرہ:2/2) کے تحت لکھا ہے: یعنی جو چیزیں ان کے عقل و حواس سے مخفی ہیں۔)'' (حاشیۂ قرآن، ص:3)

کیا وہ علم غیب ہی تھا؟ اگر وہ علم غیب تھا تو یقیناً حضرت آدم علیہ السلام کو وہ عطا ہُوا کیوں کہ وہ خود سے اسے ہرگز نہیں جانتے تھے۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے جتنا چاہے علم غیب عطا فرماتا ہے اور بغیر واسطۂ کلام بھی عطا فرماتا ہے۔ فرفر سب اُمور بتائے حضرت آدم علیہ السلام نے تو یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بتانا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا بتانا ہے یوں یہ بات واضح ہوگئی کہ مونھ اللّٰہ تعالیٰ کے پیارے کا ہوتا ہے مگر اس پر خدا تعالیٰ بولتا ہے۔ مستخلف عنہ (جس نے خلیفہ بنایا) اللّٰہ تعالیٰ ہے اور خلیفہ، نبی ہے۔ اللّٰہ تعالیٰ کا عطا کیا ہُوا کمال اس کے نبی میں ماننا کیا عبد و معبود کے فرقِ مراتب کو ختم کرنا اور بھولنا ہے؟ حضرت آدم علیہ السلام ہی نہیں بلکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے رسولِ کریم ﷺ افضل و اعلیٰ ہیں، وہ اللّٰہ کریم جلّ شانہ کے خلیفۂ اعظم اور مخلوق میں سب سے معظم و مکرم اور ربّ تعالیٰ کے محبوب کریم ہیں، ان کے لیے اللّٰہ تعالیٰ کی خاص عطا ماننا کیا عبد و معبود کے فرقِ مراتب کو مٹانا ہے؟

شبیر احمد عثانی ص 473 پر لکھتے ہیں: ''مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اَوّلین و آخرین کے تمام عُلوم جمع کردیئے۔''
(حاشیۂ قرآن)

''حفظ الایمان (مصنّفہ اشرف علی تھانوی) میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کو علم غیب بفضلہٖ الٰہی حاصل ہے۔'' (توضیح البیان، ص13، از مرتضی حسن دربھنگی)

''کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے، اس میں رُسُل کی شرکت ہوگئی کیوں کہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں، اس کا علم ذاتی ہونا اور اس کا محیط بالکل ہونا۔ یہاں (رسولوں میں) ذاتی اس لیے نہیں کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض اُمور خاص مراد ہیں، پس یہ بالمعنی الاعم غیب ہے نہ کہ بالمعنی الاخص۔، (ص150، بیان القرآن، از تھانوی، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور)

تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ''سنا ہے کہ وہ (سُنّی بریلوی علماء) علم غیب کو جناب رسول اللّٰہ ﷺ کے لیے ثابت تو کرتے ہیں مگر علم باری تعالیٰ کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ ان (کے علم غیب) کی حد مانتے ہیں إِلٰی أَنْ يَدْخُلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ (اہلِ جنّت کے جنّت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک)۔ اگر یہ صحیح ہے تو (ایسا ماننے سے) شرک ثابت بھی نہیں ہوتا۔ کیوں کہ صفت خاص باری تعالیٰ علم محیط ہے، علم محدود نہیں۔ تو اب ہم میں اور ان (سُنّی بریلوی علماء) میں خلاف ایک امر میں ممکن رہا کہ وہ واقع ہوا یا نہیں؟ یعنی یہ علم إِلٰی مَا يَدْخُلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ، حضور (ﷺ) کو دیا گیا یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ (یہ علم غیب) دیا جانا فی نفسہٖ ممکن ہے مگر وقوع اس کا شریعت سے کہیں ثابت نہیں اور وہ (سُنّی بریلوی) کہتے ہیں، ثابت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوع کی جو وہ (سُنّی بریلوی) پیش کرتے ہیں ناتمام ہیں اور ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتیں، تو زائد سے زائد الزام، ان (سُنّی بریلوی علماء) پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں، اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کافر کی۔'' (قصص الاکابر، ص253۔ مطبوعہ لاہور)

''لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیا و اولیاء کو نہیں ہوتا، مَیں (حاجی امداد اللّٰہ) کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔'' (شمائم امدادیہ، دوم ص115، امداد المشتاق، ص76، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، 1929ء)

''قرآن مجید میں ایک سے زیادہ جگہ پر فرمایا گیا ہے کہ ''الغیب'' کا علم حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے، ......لیکن اسی کے ساتھ قرآن ہی میں ہے کہ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے، اللّٰہ تعالیٰ غیب سے مطلع فرماتا ہے......اب سوال یہی ہے کہ غیر اللّٰہ کو غیب کا علم جو عطا ہوتا ہے اس پر بھی ''علم الغیب'' کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت والا (محمد قاسم نانوتوی) نے ارقام فرمایا ہے کہ......پس غیر اللّٰہ کی طرف علم غیب کو منسوب کرنے کا یہ مطلب کوئی نہیں سمجھتا کہ بالذات غیب کا علم ان کو حاصل ہے بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ غیب کے اس علم سے حق تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا ہے۔'' (سوانح قاسمی، ص58، از مناظر احسن گیلانی، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

"مُردوں کو زندہ کرنا، اکمہ وابرص (اندھے و برص والے) وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا، غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے کھلے معجزے ہیں"۔ (حاشیہ قرآن، ص17، از شبیر احمد عثمانی)

انڈیا میں "مرکز اہلِ سنّت برکاتِ رضا" کے نام سے پور بندر، گجرات کے علاقے میں قائم ادارے نے "جامع الاحادیث" کے عنوان سے چھ جلدوں میں ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کی جلد چہارم کے ص386 سے 417ء تک علم غیب کے مسئلہ میں اعلیٰ حضرت مجدّدِ بریلوی علیہ الرحمہ نے احادیث نبوی اور ادلہ شرعیہ سے اپنا موَقف واضح کیا ہے۔

میرے والد گرامی مجدّدِ مسلکِ اہلِ سنّت خطیبِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ نے اپنی شاہ کار تالیف "ذکرِ جمیل" میں "علمِ غیب" کے بارے میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ مناسب خیال کرتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کی "نعت شریف" کے اس بیان کو ملخصاً یہاں نقل کردوں۔ عربی عبارات کا صرف ترجمہ نقل کررہا ہوں تفصیل کے لیے ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی سے مطبوعہ کتاب ذکرِ جمیل دیکھ لی جائے۔ ملاحظہ ہو:

"چوں کہ آج کل بہت سے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ علم غیب مصطفیٰ ﷺ کا مسئلہ بھی باعثِ نزاع بنا ہوا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت دیانت داری کے ساتھ اس مسئلہ کو مختصر طور پر بیان کر دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کو مسئلہ کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے اور سینہ اقدس کے علوم کا بھی اندازہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(1) ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ (البقرۃ:2/255)

اور وہ نہیں احاطہ کرسکتے کسی چیز کا اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر معالم التنزیل" میں ہے: یعنی وہ اس کے علم غیب میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے مگر جس قدر کہ وہ چاہے جس کی خبر رسولوں نے دی۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر خازن" میں ہے: یعنی جن کو اللہ تعالیٰ اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے وہ انبیاء ورُسُل ہیں تاکہ ان کا علمِ غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس نہیں مسلّط فرماتا ہے اپنے غیب خاص پر کسی ایک کو بھی سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر کبیر" میں ہے: اللہ کے اطلاع دینے کے بغیر کوئی غیب نہیں جانتا اللہ نے اپنے بعض انبیاء کو بعض علمِ غیب عطا فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا جاننے والا غیب کا پس اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے کوئی خود بخود نہیں جان

سکتا مگر جس کے لیے جتنا وہ چاہے۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران:3/179)

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تمہیں غیب پر مطلع کردے۔ ہاں اللہ (اس کے لیے) چُن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر بیضاوی" میں ہے: اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تم میں سے کسی کو علم غیب دے دے اور دلوں کے کفر و ایمان پر مطلع کردے۔ ہاں اس منصبِ جلیل اور اپنی پیغام بری کے لیے اللہ جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر خازن" میں ہے: لیکن اللہ مُصطفیٰ و مُختار بنالیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہے تو پھر اس کو اپنے غیب میں سے جتنا چاہے عطا فرماتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر کبیر" میں ہے: پس غیب کی باتوں کا جان لینا بطریق اعلام یہ انبیاء کرام کی خصوصیتوں میں سے ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر جمل" میں ہے: معنے یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو مُجتبیٰ و مُصطفیٰ بنالیتا ہے تو اس کو غیب پر مطلع کرتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر جلالین" میں ہے: ہاں اللہ جس کو مُجتبیٰ و مختار بنالیتا ہے تو اس کو اپنے غیب کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو منافقین کے حال سے مطلع فرمایا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت "تفسیر صاوی علی الجلالین" میں ہے: بلاشبہ وہ رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار جناب شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: "خلاصہ یہ ہُوا کہ عام لوگوں کو بلاواسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی۔ انبیائے کرام علیہم السلام کو دی جاتی ہے مگر جس قدر خدا چاہے۔" (ص95)

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے صراحۃً ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو اپنا بعض علمِ غیب عطا فرماتا ہے۔

(3) ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ج وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (النساء:4/113)

اور (اللہ) نے سکھادیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر خازن'' میں ہے: یعنی احکام اور اُمورِ دین اور کہا گیا ہے کہ آپ کو سکھا دیا اس علم غیب میں سے جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو امورِ مخفیہ، دلوں کے راز، منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر جلالین'' میں ہے: یعنی احکام اور علمِ غیب سکھا دیا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر صاوی علی الجلالین'' میں ہے: اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے یعنی علم غیب۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو علم غیب عطا فرمایا۔

(4) ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ﴾ رحمٰن نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا۔ پیدا کیا انسان کو اور سکھایا اس کو بیان۔

(الرحمٰن:55/1 تا 4)

اس آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر معالم التنزیل'' میں ہے: اللہ نے انسان یعنی محمد علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کو بیان یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا سب سکھا دیا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر خازن'' میں ہے: کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا۔ سب اللہ نے ان کو سکھا دیا کیوں کہ آپ کو اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی خبر دے دی گئی۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر حسینی'' میں ہے: کہ وہ علم ''ما کان و ما یکون'' ہے یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اللہ سبحانہ نے معراج کی رات آپ کو عطا فرما دیا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر صاوی علی الجلالین'' میں ہے: اور کہا گیا ہے کہ وہ انسانِ کامل محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد وہ علم ہے جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہوگا وہ ان کو سکھا دیا گیا ہے۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ نے سب حضور اکرم ﷺ کو سکھا دیا۔

(5) ﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا O اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (الجن:72/26-27) جاننے والا ہے غیب کا، تو وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر خازن'' اور ''تفسیر بغوی'' میں ہے: یعنی جس کو اپنی نبوت و رسالت کے لیے چُن لیتا ہے تو اس پر جتنا چاہتا ہے غیب ظاہر فرماتا ہے تاکہ اس کا غیبی خبریں دینا اس کی نبوت کی

دلیل ہو جائے پس یہ (علم غیب) نبی کا معجزہ ہوتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر روح البیان'' میں ہے: کہ اللہ تعالیٰ اس علم غیب پر جو اس کے ساتھ مختص ہے کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے برگزیدہ رسول کے اور جو غیب اس کے ساتھ خاص نہیں ہے اس پر غیر رسول (اولیاء) کو بھی مطلع فرما دیتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر صاوی علی الجلالین'' میں ہے: یعنی جس رسول کو برگزیدہ کر لیتا ہے تو اس پر اپنے غیبوں سے جس قدر چاہتا ہے اظہار فرماتا ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر عزیزی'' میں ہے: جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور باری تعالیٰ کے تکوینی وتشریعی احکام جو ہر روز و ہر شریعت میں جاری ہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے تفصیلی حقائق اس قسم کو ربّ تعالیٰ کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس وہ اپنے اس خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے جس کو پسند کر لے، اور وہ رسول ہوتا ہے خواہ جنسِ ملائکہ سے ہو اور خواہ جنسِ بشر سے جیسے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ۔ پھر اس پر اپنے خاص غیبوں سے بعضے غیوب اظہار فرماتا ہے۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو اپنا خاص علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(6) ﴿وَمَا هُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ﴾ اور یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(التکویر:81/24)

اس آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر معالم التنزیل'' میں ہے: اللہ فرماتا ہے کہ میرے نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبریں دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر خازن'' میں ہے: اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے اور تمہیں اس کی خبر دیتے ہیں۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر بغوی'' میں ہے: اللہ فرماتا ہے کہ اس نبی کے پاس علم غیب آتا ہے تو وہ اس کے بتانے میں بخل نہیں کرتے بلکہ تمہیں سکھاتے اور خبر دیتے ہیں۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت مخالفین کے سردار شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ''یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنّت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے

میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اُجرت مانگتا ہے پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہوسکتا ہے۔'' (ص764)

اس آیۂ کریمہ اوران تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے ہیں اوراس کے بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ اپنے غلاموں کو بھی سکھاتے اور بتاتے ہیں۔

(7) ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل:16/89)
اور ہم نے آپ پر قرآن اُتارا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(8) ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (انعام:6/38)
ہم نے اس کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی

(9) ﴿مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (النساء:4/87)
یہ قرآن کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔

ان تین آیتوں سے ثابت ہُوا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن بیان ہے اور وہ بھی تفصیلی اسی لیے حضرت مجاہد اور ابن سراقہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: کہ تمام عالَم میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا بیان قرآن میں نہ ہو۔ (الاتقان،126/2)

جب یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن میں ہر شے کا روشن اور تفصیلی بیان ہے تو مذہب اہلِ سنّت و جماعت میں شیٔ ہر موجود کو کہتے ہیں اور موجودات میں مکتوباتِ قلم ومکنوناتِ لوحِ محفوظ بھی داخل ہیں تو قرآنِ عظیم کا تبیانِ علوم لوح وقلم کو بھی شامل ہُوا، اب یہ بھی قرآن ہی سے پوچھئے کہ لوحِ محفوظ میں کیا ہے؟ قرآن فرماتا ہے:

(10) ﴿كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ﴾ (القمر:54/53)
ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

(11) ﴿لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام:6/59)
کوئی دانہ ایسا نہیں جو زمین کی اندھیریوں میں ہو اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز مگر وہ لوحِ محفوظ میں ہے۔

(12) ﴿وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یونس:15/61)
اور ذرّہ سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوحِ محفوظ میں نہ ہو۔

(13) ﴿وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یٰسین:36/12)
اور ہم نے ہر شے کو لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

ان چار آیتوں سے ثابت ہُوا کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہُوا اور جو کچھ ہوگا، تمام لوحِ محفوظ میں لکھا ہے اس کا روشن اور تفصیلی بیان قرآنِ پاک میں ہے اور جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے اس کا کامل علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو عطا فرمایا تو بلاشبہ آپ ﷺ ''ماکان وما یکون'' کے عالم ہوئے۔

بعض کم فہم لوگ ''تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ'' میں کلام کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ''کُلّ شیءٍ'' سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں ہُدہُد کا قول ''وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ'' پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بلقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہوئیں لہذا ثابت ہُوا کہ ''كُلِّ شَيْءٍ'' سے بھی بعض مراد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی بعض مراد ہے۔

ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیاتِ الٰہی کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ان کو اس میں غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہُدہُد کا یہ قول نقل فرمایا ہے، خود اس نے یہ خبر نہیں دی ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہُدہُد نے آکر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی۔

﴿اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾ (النمل:27/23)
مَیں نے ایک عورت کو پایا جو لوگوں پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے مِلا ہے اور اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

کسی ایک پرندہ کا اپنی سمجھ واستعداد کے مطابق ''كُلُّ شَيْءٍ'' کہنا، اور کجا اللہ تعالیٰ کا ''كُلُّ شَيْءٍ'' فرمانا کیا ایک برابر ہے ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟

ملکۂ بلقیس کا مال ومتاع ملک وسلطنت کی تمام چیزیں ہُدہُد کا ''كُلُّ شَيْءٍ'' ہے، اللہ تعالیٰ کا ''كُلُّ شَيْءٍ'' نہیں، اس میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ہُدہُد کے عرشِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے عرشِ عظیم میں ہے۔ ملکۂ بلقیس کا اَسّی گز یا سَتّر گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تخت ہُدہُد کے نزدیک عرشِ عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرشِ عظیم وہ ہے جس کی عظمت ووسعت کا اندازہ اس عبارت سے کیجئے:

''عرش کا عظیم ہونا اس سے ظاہر ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سوحصہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ میں موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہُوا پھر دوسرا اس سے بڑا اور تیسرا اس سے، وعلیٰ ہذا القیاس ساتواں کس قدر بڑا ہوگا، اور سب آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔ اس سے عرش کا اندازہ کر لیا جائے اہلِ رصد جس کو ''فَلَكُ الْاَفْلَاك'' کہتے ہیں، مرکزِ عالم سے اس کے مقعر تک حسبِ نقل ''رُوح المعانی'' تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو نو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے، تو فاصلہ مذکور دس

کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سوستائیس کوس کا ہُوا۔ یہ اس دائرہ سطحِ مقعر کا نصف قطر ہُوا۔اس سے سطح مقعر کی عظمت کا اندازہ کرنا چاہیے اور محدّب تک کا فاصلہ اہلِ رصد کو معلوم نہیں ہُوا حالاں کہ اہلِ ہیئت یہ ثابت نہیں کر سکے کہ فَلکُ الاَفْلاک سے اوپر کچھ نہیں اور روایات سے یہ ثابت ہے کہ عرش سے اوپر کوئی جسم نہیں پس اگر فَلکُ الاَفْلاک عرش کے علاوہ کوئی چیز ہے تو عرش اس سے بھی اوپر ہوگا۔تو اس کی عظمت کا کیا حساب ہوسکتا ہے۔'' (بیان القرآن، زیرآیت، ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ﴾ (توبہ:9/129))

ثابت ہُوا کہ جس طرح ہُد ہُد کے عرشِ عظیم اور اللّٰہ تعالی کے عرشِ عظیم میں بے انتہا فرق ہے اسی طرح ہُد ہُد کے کل شیٔ اور اللّٰہ تعالی کے کل شیٔ میں فرق ہے۔حسبِ ذیل آیات میں اللّٰہ تعالی کے کل شیٔ کا جلوہ دیکھئے،فرماتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْر﴾ (البقرہ:2/20) — بلاشبہ اللّٰہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿اَلَا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْ ءٍ مُّحِیْط﴾ (فصلت:54) — خبردار بلاشبہ وہ ہر شے کو محیط ہے۔

﴿وَھُوَ بِکُلِّ شَیْ ءٍ عَلِیْم﴾ (الحدید:57/3) — اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔

﴿وَھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْ ءٍ﴾ (الانعام:6/164) — وہ ہر شے کا رب ہے۔

﴿اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْ ءٍ﴾ (الزمر:39/62) — اللّٰہ ہر شے کا خالق ہے۔

﴿وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْ ءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق:65/12) — اور بے شک اللّٰہ کا علم ہر شے کو محیط ہے۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ﴾ (یس:36/83) — پاک ہے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں ہر شے کا قبضہ ہے۔

اب اللّٰہ تعالی کے ''کُلُّ شَیْ ءٍ''میں غور فرمایئے اور بعض کا مفہوم لیتے ہوئے بتایئے کہ وہ کون سی شے ہے جس کا وہ خالق،جس کو وہ محیط،جس کا اس کو علم،جس پر اس کو قدرت اور جس کا وہ رب نہیں؟

جب ان آیات میں ''کُلُّ شَیْ ءٍ'' سے مراد ''کُلُّ شَیْ ءٍ''ہی ہے،بعض نہیں۔تو اسی طرح اللّٰہ تعالی کے اس ارشاد﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْ ءٍ﴾ سے مراد بھی ''کُلُّ شَیْ ءٍ''ہی ہے بعض نہیں۔جب قرآن میں ''کُلُّ شَیْ ءٍ'' کا روشن بیان ہے اور حضور ﷺ قرآن کے اکمل عالَم تو بلاشبہ ''کُلُّ شَیْ ءٍ'' کے عالم ہوئے۔

رہا بعض مُفسّرین کا بعض علمِ غیب فرمانا تو وہ اللّٰہ تعالی کے علم غیب کا بعض ہے یعنی اللّٰہ تعالی نے اپنا بعض علم غیب عطا فرمایا۔منکرین ومخالفین والا بعض نہیں،ان کا تو بعض نہیں بلکہ بُغض ہے جس کا بیان ابھی چند

سطور کے بعد آئے گا۔اللّٰہ تعالی کا بعض، ''کُلُّ شَیْ ءٍ'' اور تمام مخلوقات کے علم سے بھی بہت بڑا ہے۔ چنانچہ ''صحیح بخاری شریف'' میں ہے کہ حضرت خضر وموسی علیہما السلام کے سامنے ایک چڑیا نے دریا میں سے اپنی چونچ بھری تو خضر علیہ السلام نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ میرا،تمہارا اور تمام مخلوقات کا علم اللّٰہ تعالی کے علم کے سامنے اتنا ہی ہے جتنا کہ دریا کے پانی کے سامنے اس چڑیا کی چونچ میں پانی ہے۔

اسی لیے علمائے عظام نے ''کُلُّ شَیْ ءٍ'' کو بھی لامتناہی قرار دیا ہے اور اللّٰہ تعالی کا علم تو غیر متناہی بے حد وحساب ہے۔

اب ذرا لگے ہاتھ مخالفین ومنکرین کا بھی بعض علم غیب ملاحظہ فرمالیجئے۔ چنانچہ ایک شخص اشرف علی تھانوی سے پوچھتا ہے کہ:''زید کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں،بالذّات اس معنی کہ عالم الغیب خدا تعالی کے سِوا کوئی نہیں ہوسکتا اور بواسطہ اس معنی کہ رسول اللّٰہ ﷺ عالم الغیب تھے،زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟''بلفظہ ۔

اس کے جواب میں تھانوی اپنے رسالہ ''حفظ الایمان'' کے صفحہ 7 پر فرماتے ہیں:''پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب،اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے،ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔''بلفظہ

اگرچہ اس ناپاک عبارت کا مفہوم بالکل واضح ہے لیکن پھر بھی مختصر سی تشریح کردی جاتی ہے تاکہ کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔خط کشیدہ الفاظ تھانوی کے ہیں۔فرماتے ہیں:

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب؟

اس میں تھانوی نے علم غیب کی دو قسمیں کی ہیں کل علم غیب اور بعض علم غیب پہلی قسم کُل علم غیب کا حضور ﷺ کے لیے ثابت ہونا عقلاً ونقلاً باطل ٹھہرایا، چنانچہ آگے چل کر فرماتے ہیں اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہے،اب رہ گئی دوسری قسم یعنی بعض علم غیب تو اس کے متعلق فرماتے ہیں۔اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔اس کو انہوں نے تسلیم تو کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں کیوں کہ ایسا علم غیب جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کو ہے ایسا تو زید وعمرو یعنی عام آدمیوں کو بلکہ ہر صبی ومجنون یعنی تمام نابالغ بچوں اور تمام پاگلوں کو بلکہ جمیع حیوانات وبہائم یعنی تمام حیوانوں اور تمام چارپاؤں کو بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم

الغیب کہا جائے۔ یعنی چوں کہ ہر شخص کو کسی پوشیدہ چیز کا علم ہوتا ہے لہذا اس کا علم نبی اکرم ﷺ جیسا ہو گیا، تو جس طرح زید نبی اکرم ﷺ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ سب کے متعلق یہی عقیدہ رکھے اور سب کو عالم الغیب کہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اسی عبارت پر اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کفر کا فتوی دیا اور عرب وعجم کے علمائے اہلِ سنّت نے اس فتوے کی تصدیق کی اسی وجہ سے یہ لوگ ان کو اور ان کے معتقدین کو ہر ممکن نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے کاش یہ لوگ حضور سید الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حبیبِ کبریا باعثِ ارض وسما، عالمِ ما کان وما یکون حضرت احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت وعظمت کو سامنے رکھ کر تھانوی کے ان الفاظ میں غور کرتے:

''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔''

بلاشبہ اس ناپاک عبارت میں حضور سید عالم ﷺ کی صریح توہین ہے اور آپ کی توہین صریح کفر ہے۔

اشرف علی تھانوی کے معتقدین کہتے ہیں کہ ''یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اس میں صریح توہین تو کیا توہین کا شائبہ تک نہیں ہے، تم سمجھے نہیں ہو، وہ تو ''حکیم الامت'' تھے ان کی بات سمجھنا کوئی معمولی بات ہے وغیرہ وغیرہ۔'' یعنی یہ جواب ہو گیا۔

ان لوگوں کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ اگر واقعی تمہارے نزدیک یہ عبارت بالکل بے غبار ہے اور اس میں توہین کا شائبہ تک نہیں ہے تو از راہِ کرم عباراتِ ذیل پر نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

پھر یہ کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کُل غیب، اگر بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے۔

پھر یہ کہ کسی بہت بڑے دیوبندی عالم کی ذات پر علم کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کُل علم۔ اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں اس دیوبندی عالم کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو ہر گدھے ہر کتے ہر سؤر اور ہر الّو کو بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے۔

پھر یہ کہ کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی ذات پر حکومت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب

امر یہ ہے کہ اس حکومت سے مراد بعض حصص زمین پر حکومت ہے یا کُل زمین پر۔ اگر بعض پر حکومت مراد ہے تو اس میں مجسٹریٹ صاحب ہی کی کیا تخصیص ہے ایسی حکومت تو ہر چوہے کو اپنے سوراخ پر، ہر لومڑی کو اپنے بھٹ پر بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔

تھانوی صاحب کے معتقدین بتائیں کہ ان عبارات میں اس بہت بڑے عالم اور مجسٹریٹ صاحب کی توہین ہے یا نہیں، اگر ہے اور واقعی ہے تو تھانوی کی اسی قسم کی عبارات میں حضور سید عالم ﷺ کی توہین ہے یا نہیں، اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے یا نہیں؟

اگر توہین نہیں ہے تو از راہِ کرم ان عبارات پر پانچ مستند غیر جانبدار مُنصف مزاج علماء کرام اور پانچ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحبان کے دستخط کروا دیں اور وہ لکھ دیں کہ ان عبارات میں بہت بڑے عالم صاحب اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی کوئی توہین نہیں ہے، حقیقت واضح ہو جائے گی۔ **وما علینا الا البلاغ**

قارئین حضرات کی خدمت میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ ہمیں تھانوی صاحب سے کوئی ذاتی عداوت وعناد نہیں ہے چوں کہ حضور سید عالم ﷺ کی عزت وعظمت کا مسئلہ تھا لہذا یہ چند سطور لکھ دیں، آپ ﷺ کی توقیر ہم پر واجب ہے اور ہمارے نام اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور تم میں سے جو ان سے دوستی کریں گے وہ ظالم ہوں گے۔

(التوبہ: 9/23)

(دوسرے مقام پر فرمایا)

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ

تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے اللہ و رسول کی مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن

﴿اللّٰہِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (المجادلہ:58/22)

کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں اللّٰہ ان سے راضی اور وہ اللّٰہ سے راضی یہی لوگ اللّٰہ والے ہیں سُن لو بلاشبہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے صراحۃً ثابت ہوا کہ مومن ان لوگوں سے کبھی دوستی نہ کرے گا جو ایمان پر کفر پسند کریں اور اللّٰہ ورسول کی جناب میں گستاخیاں کریں یا ان کی مخالفت کریں، خواہ وہ کتنے ہی قریبی یا عزیز یا محبوب کیوں نہ ہوں اور پھر اگر ان کی گستاخی، ان کے کفر پر مطلع ہو کر بھی ان سے محبت یا دل میں ان کی عظمت رکھے تو وہ مسلمان نہیں بلکہ ظالم ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (الکہف:18/65)

اور ہم نے اس (خضر) کو اپنا علم لدنی عطا کیا

اس آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر ابن جریر'' میں حضرت عبداللّٰہ ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: کہ وہ مرد (خضر علیہ السلام) غیب جانتے تھے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر بیضاوی'' میں ہے: (وہ علم لدنی جو اللہ نے ان کو سکھایا) وہ علم غیب ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر روح البیان'' میں ہے: وہ علم لدنی غیبوں کا علم ہے۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر خازن'' میں ہے: یعنی وہ علم باطن ہے جو الہام کیا گیا۔

اسی آیۂ کریمہ کے تحت ''تفسیر مدارک'' میں ہے: یعنی ان کو غیب کی خبریں عطا فرمائی گئی ہیں۔

اس آیۂ کریمہ اور ان تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت خضر کو بھی علم غیب عطا فرمایا تھا۔

ان آیات اور تفاسیر سے ثابت ہُوا کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کو بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے، آپ کا سینۂ اقدس علوم غیبیہ کا خزینہ تھا۔

رہیں وہ آیاتِ مبارکہ جن سے علم غیب کی نفی ہوتی ہے، مثلاً

﴿لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ (الانعام:6/59)

کہ زمین وآسمان میں اللّٰہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ﴾ (النمل:27/65)

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اللّٰہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ان سے بالذّات علم غیب یعنی ذاتی طور پر بغیر اللّٰہ تعالیٰ کے بتائے جاننا مراد ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی غیب نہیں جان سکتا۔ جو شخص کسی غیر خدا کے لیے بالذات

علم غیب مانے وہ کافر ہے۔

اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو چند خرابیاں لازم آتی ہیں مثلاً بعض آیات سے علم غیب کا اثبات اور بعض سے نفی ثابت ہوتی ہے اگر آیاتِ نفی پر ایمان لا کر آیات اثبات کا انکار کیا جائے تو یہ کفر ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ (البقرہ:2/85)

تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض حصے پر ایمان لاتے اور بعض سے کفر کرتے ہو تو جو تم میں سے ایسا کرے اس کی کیا سزا ہے سوا اس کے کہ دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اور اگر آیاتِ نفی واثبات پر ایمان لا کر ذاتی علم اور عطائی علم کی تفریق نہ کی جائے بلکہ ایک ہی قسم کا علم غیب مانا جائے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے اور قرآن میں تناقض محال ہے۔

اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا﴾ (النساء:4/82)

اگر یہ کتاب غیر خدا کی ہوتی تو اس میں ضرور اختلاف پاتے۔

حق یہی ہے کہ آیاتِ نفی واثبات دونوں پر ایمان لایا جائے اور تطبیق یوں دی جائے کہ نفی بھی حق اور اثبات بھی حق۔ نفی ہے علم غیب ذاتی کی یعنی بغیر عطائے الٰہی کوئی نہیں جانتا اور اثبات ہے علم غیب عطائی کا کہ اللّٰہ کی عطا سے اس کے حبیب لبیب حضرت احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ علم غیب جانتے تھے۔ لہٰذا جو علم غیب عطائی کا منکر ہو وہ بوجہ انکار آیات قطعاً کافر ہے کیوں کہ مومن کسی آیۂ کریمہ کا انکار نہیں کرتا بلکہ سارے قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔

احادیث مبارکہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مَیں نے اپنے ربّ عزّ وجل کو احسن صورت میں دیکھا۔ ربّ نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں؟ مَیں نے عرض کی مولا! تو ہی خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا، پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا بے مثل ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ مَیں نے اس کے وصولِ فیض کی ٹھنڈک اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہوگیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور نے اس کے

حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبۡرٰهِيۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الخ
یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ ہوجائے
یقین کرنے والوں میں سے۔(مشکوۃ:ص69)

حضرت ملاّ علی قاری علیہ رحمۃ الباری اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: علامہ ابن حجر نے فرمایا
کہ مافی السمٰوٰت سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصۂ معراج سے
مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں وہ سب
حضور ﷺ کو معلوم ہوگئیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمینیں ہیں
اس کو مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور ان کو
ان کے لیے کشف فرمادیا اور فرمایا حضور علیہ السلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

شاہ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا
پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکُلی کے حاصل
ہونے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ ص1/333)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر سب مخلوقات کی
ابتداء سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام
خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔(بخاری شریف، مشکوۃ شریف، ص506)

حضرت عَمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر
دے دی جو ہوچکی اور جو (قیامت تک) ہونے والی تھی ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

(مسلم شریف، ص2/390)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے ہم میں قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا
(بلکہ) قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب بیان کردیا۔ جسے یاد رہا یاد رہا جو بھول گیا بھول گیا۔

(مسلم شریف، ص2/390)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ نے ہم سے اس حال میں مفارقت
فرمائی کہ کوئی پرندا ایسا نہیں جو اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے اس کا بھی ذکر فرمادیا۔(مسند احمد، طبرانی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نہیں چھوڑا حضور ﷺ نے کسی فتنہ چلانے والے کو دنیا
کے ختم ہونے تک کہ جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہمیں اس کا نام اور اس کے قبیلے کا نام بھی

بتادیا۔(مشکوۃ،ص463)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک بکریاں چَرانے والے کی طرف آیا اور
اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش کیا یہاں تک کہ اس سے وہ بکری چھین
لی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑیا اپنے مخصوص انداز میں ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دُم
اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق کے چھین
لینے کا قصد کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

چرواہا بولا خدا کی قسم آپ کی طرح عجیب حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔
بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان کا ہے جو کھجوروں کے علاقے میں دو پہاڑوں
کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں تمہیں ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہوچکیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔
حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا وہ حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا اور آپ
کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ پیش کیا اور مسلمان ہوگیا۔ حضور ﷺ نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

(مشکوۃ،ص541)

سبحان اللہ! یہودی لوگ تو بھیڑیوں کی زبان سے حضور ﷺ کے علم غیب ما کان و ما یکون کا بیان
سُن کر ایمان لے آئیں اور اس زمانہ کے مسلمان کہلانے والے قرآن وحدیث کے دلائل سُن کر بھی علم غیب
کو نہ مانیں تو کس قدر افسوس ہے۔

حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: کہ حضور ﷺ تمہیں اگلوں
کی گزری ہوئی خبریں اور تمہارے بعد دنیا وآخرت میں ہونے والی سب کی سب خبریں دیتے ہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

علامہ خازن ''تفسیر خازن'' پارہ4 زیر آیت ''مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الخ'' فرماتے ہیں کہ:
حضور ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری تمام امت اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش
کی گئی تھی اور مجھے بتادیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو انہوں نے
استہزاء کیا اور کہنے لگے محمد کا یہ گمان ہے کہ وہ ان لوگوں کے کفر وایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں
ہوئے اور ہم تو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں ہے یہ بات حضور پُرنور ﷺ تک پہنچی تو
حضور منبرِ اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو
میرے علم میں طعنہ کرتی ہیں، اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق جو بھی تم مجھ سے
پوچھو گے مَیں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔(تفسیر خازن،ص1/305)

حضرت انس رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبر دیں گے۔(بخاری،ص1/77،مسلم،ص2/263)

حضرت انس رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بار بار فرمایا، پوچھو، پوچھو! بعضوں نے چند سوالات کیے۔ حضور نے جواب دیا اور حضور ﷺ بہت جوش میں تھے۔ چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے۔ حضرت عمر فاروق گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا۔ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (ﷺ) نَبِیًّا وَّ رَسُوْلاً پھر حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔

ان احادیث کے الفاظ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ سے ثابت ہوا کہ کوئی شے بھی حضور ﷺ کے علم سے خارج نہیں کیوں کہ شے نکرہ ہے اور نکرہ حیزِ نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ کُتُب اُصول میں مبرہن ہے۔

ان صحیح احادیث سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کو مخلوق کی ابتداء سے لے کر دخولِ جنّت و نار تک کا سارا تفصیلی علم حاصل تھا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ جو کچھ بیان ہُوا ہرگز ہرگز حضور ﷺ کے سینۂ اقدس کا پورا علم نہیں بلکہ حضور ﷺ کے علم سے ایک تھوڑا سا حصہ ہے۔ امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللّٰہ علیہ قصیدۂ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَ ضَرَّتَهَا   وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللّٰہ (صلی اللہ علیک وسلم) بے شک دنیا و آخرت آپ کی بخشش سے ہیں اور لوحِ محفوظ اور قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ایک علم ہے۔(قصیدہ بردہ شریف)

اسی شعر کے تحت امام ملا علی قاری شرح قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں: اور لوح و قلم کا علم آپ کے علم کے دریاؤں میں سے ایک نہر اور آپ کے علم کی سطروں میں سے ایک حرف ہے۔

علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ ''فتوحاتِ احمدیہ'' میں فرماتے ہیں: اور آپ ﷺ کا علم تمام جہانوں جن وانس اور ملائکہ کے علوم کو گھیرے ہوئے ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالم پر مطلع فرمایا اور اگلوں پچھلوں کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب سکھا دیا۔

علامہ خرپوتی ''شرح قصیدہ'' میں فرماتے ہیں: بلاشبہ تمام انبیائے کرام نے حضور ﷺ کے اس کرم میں سے جو تیز بارش کی طرح ہے مانگا اور لیا کیوں کہ آپ فیض دینے والے اور تمام انبیائے کرام فیض لینے والے ہیں اللّٰہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کی روح کو پیدا فرمایا اور اس میں تمام انبیاء اور ما کان وما یکون کے علوم رکھے پھر ان رسولوں کو پیدا فرمایا تو انہوں نے اپنے علوم آپ سے لیے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بلاشبہ آپ ﷺ کے صحابۂ کرام میں یہ مشہور و معروف تھا کہ

آپ کو غیبوں پر اطلاع ہے۔(زرقانی علی المواہب،ص7/255)

علامہ زرقانی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: اور بلاشبہ متواتر احادیث اور ان کے معانی اس پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کو غیب پر اطلاع ہے۔(زرقانی علی المواہب،ص7/198)

علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر صاوی'' میں فرماتے ہیں: جس پر ایمان لانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے منتقل نہ ہوئے یہاں تک کہ اللّٰہ نے آپ کو جمیع غیوب جو دنیا و آخرت میں ثابت ہونے والے تھے سکھا دیئے آپ ان کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کہ وہ ہیں بہ عین یقین۔(ص2/104)

امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو علم غیب اللّٰہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہے اس پر اللّٰہ اپنے خاص رسولوں کو مطلع فرما دیتا ہے۔(مکتوبات شریف،ص1/310)

شیخ مُحقّق شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور ﷺ تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں آپ نے اللہ کی شانوں اور اس کے احکام اور اس کی صفات اور اس کے اسماء وافعال و آثار اور جمیع علوم اول و آخر ظاہر و باطن کا احاطہ فرما لیا ہے اور وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٍ کے مصداق ہوئے۔ آپ پر افضل صلوٰت اور اکمل واتم تحیات ہوں۔(مدارج النبوۃ،ص3)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: اس لیے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو تمام عالم پر مطلع فرمایا تو آپ نے اولین و آخرین کا علم اور جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا سب جان لیا۔
(شرح ام القری، خالص الاعتقاد،ص3)

علامہ شنوانی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: بلاشبہ وارد ہُوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نبی ﷺ کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک کہ آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا نہ فرما دیا۔(جمع النہایہ، خالص الاعتقاد،ص50)

علومِ خمسہ: قیامت کب آئے گی مینھ کب، کہاں اور کتنا برسے گا۔ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ کل کیا ہوگا اور فلاں کہاں مرے گا۔ ان پانچوں علوم کے متعلق علامہ احمد ابن محمد صاوی مالکی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ بے شک ہمارے نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ ان پانچوں علوم پر بھی آپ کو مطلع کیا گیا لیکن ان کے چھپانے کا حکم ہُوا۔(تفسیر صاوی،ص3/244)

علامہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ان پانچوں علوم کا اگرچہ اللّٰہ کے سوا کوئی مالک نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ اللّٰہ اپنے مُحبّوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھا دے۔ اللّٰہ تعالیٰ کے اس قول کے قرینہ سے کہ اللّٰہ جاننے والا اور خبر دینے والا ہے اور خبیر بمعنی مخبر ہے۔

(تفسیرات احمدیہ،ص397)

سیدی امام عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: اور آپ ﷺ کو کُل شیٔ کا علم دیا گیا ہے حتی کہ رُوح اور ان پانچ غیبوں کا بھی جن کا بیان آیۂ ''اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ'' میں ہے۔

(کشف الغمہ، ص2/57)

حافظ الحدیث سیدی احمد مالکی غوث الزمان سید شریف عبدالعزیز حسنی رحمۃ اللّٰہ علیہما سے راوی ہیں: یہ پانچوں غیب جو آیۂ شریفہ میں مذکور ہیں ان میں سے کوئی چیز حضور ﷺ پر مخفی نہیں اور یہ کیوں کر مخفی رہیں جب کہ آپ کی امت کے ساتوں قطب ان کو جانتے ہیں حالاں کہ ان کا مرتبہ غوث کے نیچے ہے پھر غوث کا کیا کہنا پھر آپ ﷺ کا کیا کہنا جو اولین و آخرین کے سردار اور ہر چیز کے سبب اور ہر شے انہیں سے ہے۔

علامہ ابراہیم بیجوری شرح قصیدہ بُردہ شریف میں فرماتے ہیں: نبی ﷺ دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللّٰہ تعالی نے حضور ﷺ کو ان پانچوں غیبوں کا علم بھی دے دیا۔

حافظ الحدیث علامہ احمد سلجماسی فرماتے ہیں کہ مَیں نے اپنے شیخ غوثِ زماں حضرت سید عبدالعزیز دباغ رضی اللّٰہ عنہ سے پوچھا۔

کہ علماء ظاہر مُحدِّثین وغیرہ مسئلہ علوم خمسہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نبی ﷺ کو ان کا علم تھا دوسرا انکار کرتا ہے اس میں حق کیا ہے؟ فرمایا رضی اللّٰہ عنہ نے حضور ﷺ سے یہ غیب کیوں کر مخفی رہ سکتے ہیں حالاں کہ آپ کی اُمّت شریفہ میں جو اولیائے کرام اہلِ تصرف ہیں (کہ عالم میں تصرف کرتے ہیں) وہ تصرف نہیں کر سکتے جب تک ان پانچوں غیوب کو نہ جان لیں۔

(الابریز شریف، ص283)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ العزیز دفتر ثالث مثنوی شریف میں موزہ وعقاب کی حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

گرچہ ہر غیبے خدا مارا نمود ‌‌‌‌ ‌‌‌‌ دل دراں لحظہ بحق مشغول بود

اگرچہ خدا تعالی نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا مگر اس وقت میرا قلب مبارک مشاہدۂ جمال حق میں مستغرق و مشغول تھا۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شیخ ابوعبداللہ شیرازی سے نقل فرماتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر جب صفت روحانی تک پہنچتا ہے تو اسے علمِ غیب حاصل ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکٰوۃ)

حضرت شاہ ولی اللّٰہ مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی مجھ پر رسول اللّٰہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس سے فائض ہُوا کہ بندہ کیوں کر اپنی جگہ سے مقام قدس تک ترقی کرتا ہے کہ ہر شے اس پر روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ واقعۂ معراج میں آپ نے اس مقام سے خبر دی۔ (فیوض الحرمین، ص59)

یہی شاہ صاحب فرماتے ہیں: عارف مقامِ حق تک کھنچ کر بارگاہِ قرب میں ہوتا ہے تو ہر چیز اس پر روشن ہو جاتی ہے۔ (فیوض الحرمین، ص61)

انہی شاہ صاحب نے ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ تمام نشاۂ عنصری جسمانی پر مستولی ہوتا ہے پھر لکھا کہ یہ استیلاً انبیاء علیہم السلام میں تو ظاہر ہے۔

رہے غیر انبیاء ان میں وراثت انبیاء کے منصب ہیں جیسے مجدِّد ہونا، قطب ہونا اور ہر علم و حال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔ (فیوض الحرمین، ص93)

شاہ عبدالعزیز صاحب مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ایک عبارت آنکھوں کے بیان اور ایک اسی سینۂ اقدس کے بیان میں گزر چکی ہے جس میں انہوں نے حضور ﷺ کے علم غیب کے متعلق لکھا اور اعتراف کیا ہے۔ یہ تیسری عبارت اولیاء کرام کی شان میں ہے فرماتے ہیں: یعنی لوحِ محفوظ پر مطلع ہونا اسے دیکھنا اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کرنا بھی بعض اولیاء سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ (تفسیر عزیزی سورۂ جن)

حاجی امداد اللّٰہ مہاجر مکی رحمۃ اللّٰہ علیہ فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا مَیں کہتا ہوں کہ اہلِ حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم حق ہے۔ (شمائم امدادیہ، ص115، امداد المشتاق، ص76)

جناب محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں: علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللّٰہ ﷺ میں مجتمع ہیں۔ (تحذیر الناس، ص4)

یہی نانوتوی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: جناب سرورِ کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات ہر چند بشر تھے مگر خیر البشر خدا کے منظورِ نظر تھے۔ خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل ان کو عنایت فرمایا تھا منجملہ کمالاتِ علم جو اول درجے کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے ان کو مرحمت کیا چنانچہ ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى'' اس دعوے کے لیے دلیل کامل ہے اس صورت میں آپ کا علم وہ خدا ہی کا علم ہوا اور آپ کا کہا وہ خدا ہی کا کہا نکلا۔ (فیوض قاسمیہ، ص42)

حسین احمد اجودھیا باشی جن کو مدنی بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں: علم احکام و شرائع و علم ذات و صفات و افعال جناب باری عزّ اسمہ و اسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہُوا اور نہ ہوگا اور ماسوا اس کے جتنا کمالات ہیں سب میں بعد خداوندِ اکرم عزّ اسمہ، مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ کا ہے کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ علوم و دیگر کمالات میں نہیں۔ (الشہاب الثاقب، ص67)

مسئلہ علمِ غیب کے متعلق یہ مختصر سا مضمون ہدیہ ناظرین ہے، امید ہے کہ اس سے ان شاء اللّٰہ بہت

کچھ مسئلہ کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔'' (ذکر جمیل، ص302 تا332، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا نوری رحمۃ اللّٰہ علیہ کا یہ واقعہ ماہنامہ استقامت، کان پور، انڈیا کے مفتی اعظم نمبر شمارہ مئی 1983ء میں درج ہے، ملاحظہ ہو:

''حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی (رحمۃ اللّٰہ علیہ) کے عرس میں شرکت کے لیے آپ دہلی تشریف لے گئے تو کوچۂ چیلان میں قیام کیا۔ وہاں ایک بدعقیدہ شخص آپ سے علم غیب کے مسئلے پر الجھ پڑا۔ صاحبِ خانہ اشفاق احمد نے آپ سے مؤدبانہ گزارش کی: ''حضور یہ کج بحث ہیں ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔'' مفتی اعظم نے اپنے میزبان سے کہا: ''یہ اس وقت تمہارے گھر پر تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے متعلق تمہیں کوئی سخت بات نہ کہنا چاہیے۔'' مولوی صاحب نے آج تک کسی کی بات سُنی ہی نہیں اس لیے اثر بھی قبول نہیں کیا، یہ تو صرف اپنی بات سناتے رہتے ہیں اور وہ بھی اَن سُنی کر دی جاتی ہیں، آج میں ان کی باتیں توجہ سے سنوں گا، حاضرین بھی خاموشی سے سُنیں۔ مولوی سعید الدین انبالوی نے سَوا گھنٹے تک یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضور اکرم ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی دلیل تم اپنے مؤقف کی تائید میں بیان کرنا بھول گئے ہو تو یاد کر لو۔'' مولوی صاحب پھر جوشِ تقریر میں آ گئے اور پھر آدھے گھنٹے تک بولنے کے بعد کہا: ''پس یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔'' تم اپنے باطل عقیدے سے فوراً توبہ کر لو۔

(حضرت مفتی اعظم نے فرمایا): ''حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اللّٰہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا تھا، آپ اس کے رد میں وہ سب کچھ کہہ چکے ہیں جو کہہ سکتے تھے، اب اگر زحمت نہ ہو تو میرے دلائل بھی سن لیں۔''

مولوی صاحب نے برہم ہو کر کہا کہ ''مَیں نے تم جیسے لوگوں کی ساری دلیلیں سن رکھی ہیں، مجھے سب معلوم ہے کہ تم کیا کہو گے۔''

آپ نے بڑے تحمل سے کہا: ''مولوی صاحب! بیوہ ماں کے حقوق بیٹے پر کیا ہیں؟''

''مَیں غیر متعلق سوال کا جواب نہیں دوں گا''، مولوی صاحب نے تیز آواز میں کہا۔

(مفتی اعظم نے فرمایا): ''اچھا تم میرے کسی سوال کا جواب نہ دینا، میرے چند سوالات سُن تو لو۔ مَیں نے ڈیڑھ پونے دو گھنٹے تک تمہارے دلائل سُنے ہیں۔''

آپ کی بات سُن کر مولوی صاحب بادلِ ناخواستہ خاموش ہو گئے تو آپ نے دوسرا سوال کیا۔ کیا کسی سے قرض لے کر روپوش ہو جانا جائز ہے؟ کیا اپنے معذور بیٹے کی کفالت سے دست کش ہو کر اسے بھیک مانگنے کے لیے چھوڑا جا سکتا ہے؟ کیا حج بدل کے اخراجات کسی سے لے کر حج ....'' ابھی آپ نے

اپنا سوال مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب نے آگے بڑھ کر قدم پکڑتے ہوئے کہا: بس کیجئے حضرت مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ بات آج میری سمجھ میں آ گئی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کو علم غیب حاصل تھا اور نبی مکرم (ﷺ) کے پاس علم غیب ہونا ہی چاہیے ورنہ منافقین، مسلمانوں کی تنظیم کو تباہ و برباد کر دیتے۔ اللّٰہ تعالیٰ نے جب آپ کو میرے متعلق ایسی باتیں بتا دی ہیں جو یہاں کوئی نہیں جانتا تو بارگاہِ علیم سے سرورِ کائنات ﷺ پر کیا کیا انکشافات نہ ہوتے ہوں گے۔ مولوی صاحب اسی وقت تائب ہو کر مفتی اعظم سے بیعت ہو گئے۔''

(ص203 تا206)

رسولِ کریم ﷺ کی نعت شریف میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں دُرود

معترضین نے ایک آیت یہ نقل کی ہے: ﴿لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الزمر:39/63) (وہ ترجمہ لکھتے ہیں): آسمانوں اور زمین کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں۔''

بیان القرآن میں اشرف علی تھانوی یوں ترجمہ کرتے ہیں: ''اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی۔'' شبیر احمد عثمانی حاشیہ قرآن میں لکھتے ہیں: ''مطلب یہ کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ ہی ان میں سے جس خزانے کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے۔ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس وعقل وغیرہ آلات ادراک کے ذریعہ سے علوم غیبیہ تک رسائی پا سکے ......'' (ص:174)

بخاری اور مسلم میں ہے، رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: إِنِّي أُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ اَوْ مَفَاتِيْحَ الْأَرْضِ۔ (مسلم:5976)

دوسری روایت میں ہے: أُوْتِيْتُ خَزَائِنَ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ يَدَيَّ۔ (بخاری ومسلم)

مسند احمد میں ہے: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: أُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْءٍ. یہ روایت ''طبرانی'' اور ''خصائص کبریٰ'' میں بھی ہے۔

معترضین ذرا غور فرمائیں: کسی محفل میں بانیٔ محفل یہ اعلان کرے کہ شرکائے محفل میں عربی جاننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ اسی محفل میں ایک شخص اٹھے اور اپنی عربی دانی کا نہایت عمدہ اور واضح مظاہرہ کر دے تو بانیٔ محفل پر اعتراض ہو جائے گا کہ اس کا اعلان نادرست تھا۔ معترضین سے عرض ہے کہ یہ مثال صرف سمجھنے کے لیے ہے، وہ بتائیں کہ رسولِ کریم ﷺ کے ان صحیح ارشادات کو وہ کیا کہیں گے؟ بات وہی درست ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ جل شانہ ہی کی عطا سے رسولِ کریم ﷺ کو کمالات واختیارات حاصل ہیں یہی اعلیٰ حضرت

مجدِّ د بریلوی علیہ الرحمہ اور تمام اہلِ سنّت کا موٴقّف ہے۔

مزید ملاحظہ ہو: ''بیان القرآن'' میں خود معترضین کے تھانوی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیان میں لکھا ہے: ''ہم نے ہَوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی (کہ اس سے گھوڑوں سے استغنا ہو گیا) اور جنّات کو بھی ان کا تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لیے غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنّات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (غالبًا جو خدمات مفوضہ سے گریز یا اس میں کوتاہی کرتا ہو اس کو قید کی سزا ہوتی ہوگی کما قال ابن کثیر پس ان جنّات سے آدمیوں سے جن میں سوار بھی آ گئے استغنا ہو گیا اور سب سلاطین کو ان سے پست اور مغلوب کر دیا اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دار و گیر نہیں (یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اس میں تم کو خازن و حارس نہیں بنایا جاتا جیسا دوسرے ملوک خزائن ملکیہ کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخییر لازم نہیں آتی) اور (علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں ان کو عطا ہوا تھا) ان کے لیے ہمارے یہاں (خاص) قُرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے (جس کا ثمرہ پورے طور سے آخرت میں ظاہر ہوگا)۔'' (ص889)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''یعنی کسی کو بخشش دو یا یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا حساب معاف کر کے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکرے بنا کر۔''

(ص591، حاشیۂ قرآن مطبوعہ بجنور)

معترضین اس بات پر بضد ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بفضلہٖ تعالیٰ کوئی علم غیب، اختیار، قدرت و طاقت، کوئی خصوصیات اور فضل و کمال حاصل نہیں تھا، وہ مالک و مختار نہیں تھے، وہ فریاد رسی نہیں کر سکتے تھے۔ (معاذ اللّٰہ)۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سیکڑوں ارشادات اور واقعات جو اصحابِ نبوی (رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین) کے حوالے سے احادیث کی اور دیگر مستند کتابوں میں درج ہیں، انہیں کیا کہا جائے؟ معترضین شاید یہ جانتے ہوں کہ انکارِ حدیث یا اہانتِ حدیث کتنا سنگین جرم ہے۔

ان معترضین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی قرآن میں شاید نہیں دیکھا، شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے غلبۂ روحیت، تجرد اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر ہُوا۔ ان کا ''روح اللّٰہ'' سے ملقب ہونا، بچپن، جوانی اور کہولت میں یکساں کلام کرنا، خدا تعالیٰ کے

حکم سے افاضۂ حیات کے قابل جسد خاکی تیار کر لینا، اس میں باذن اللّٰہ روح حیات پھونکنا، مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللّٰہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کارآمد اور بے عیب بنا دینا، حتیٰ کہ مردہ لاشہ میں باذن اللّٰہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا، بنی اسرائیل کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر آپ کا آسمان پر اٹھا لیا جانا اور آپ کی حیاتِ طیبہ پر اس قدر طول عمر کا کوئی اثر نہ ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب آثار اسی تعلّق خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں جو ربّ العزت نے کسی مخصوص نوعیت و اصول سے آپ کے اور روح القدس کے مابین قائم فرمایا ہے۔ ہر پیغمبر کے ساتھ کچھ امتیازی معاملات خدا تعالیٰ کے ہوتے ہیں، ان کے علل و اسرار کا احاطہ اسی علام الغیوب کو ہے۔ ان ہی امتیازات کو علماء کی اصطلاح میں ''فضائل جزئیہ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔'' (ص163، حاشیۂ قرآن)

''خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) پر کمالاتِ ملکیہ و روحیہ کا غلبہ تھا، اسی کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابوالبشر کو مسجود ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ جس میں تمام کمالات بشریہ (جو عبارت ہے مجموعہ کمالات روحانیہ و جسمانیہ سے) اعلیٰ درجہ پر ہوں گے اس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) کی ہے۔''

(ص72، حاشیۂ قرآن)

مزید لکھتے ہیں: ''آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللّٰہ پرندہ بن کر اوپر اڑا چلا جاتا ہے کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللّٰہ کا لفظ اطلاق کیا اور ''روح القدس'' کے نفخہ سے پیدا ہوا، یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مردے زندہ ہو جائیں، اگر وہ اس موطن کون و فساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس فرشتوں کی طرح آسمان پر زندہ اور تندرست رہے تو کیا استبعاد ہے۔'' (ص74، حاشیۂ قرآن)

معترضین نے اپنے اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''صراط مستقیم'' بھی شاید نہیں پڑھی، وہ غیر انبیاء کے لیے جو کچھ لکھتے ہیں ذرا وہ بھی ملاحظہ ہو: ''اصحاب ایں مراتب عالیہ و ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند و ایں کبار اولی الایدی والابصار رامی رسد کہ تمامی کائنات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ما است۔'' (ترجمہ: اس اعلیٰ رُتبے اور اس منصب (ولایت) کے لوگ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں، ماذون مطلق (کھلی قطعی اجازت دیئے گئے ہیں) ہیں، ان بڑی قدرت اور علم والوں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں، مثلاً یہ (اولیاء) کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے، تو ان کو ایسا

کہنے کا حق ہے۔) (صراط مستقیم، ص 101، از جناب اسماعیل دہلوی)۔ معترضین کے یہی امام اسماعیل دہلوی پھلتی فرماتے ہیں۔ ''ونیز سالک ایں سلوک را باید کہ در ادائے حقوق انبیا و اولیا بلکہ سائر مومنین و تعظیم ایشاں کوشش بلیغ کند کہ ہمہ ایشاں ساعی و شافع وے شوند وسعی و شفاعت انبیا و اولیا پُر ظاہر است'' ......

''وقومے دیگر در عرضِ حاجات و استحلال مشکلات وطلب مرغوبات و استرداد مکروہات وسعی در شفاعات بنا بر استحکام علاقہ عبودیت و اظہار حاجت کہ شعار بندگی است و بنا بر رحمت بر اہل اضطراب ذوالحاجات چالاک و سرگرم می باشند'' ...... ''وہم چنیں قوم ثانی را بنظر ظہور مقتضیات علاقہ عبودیت وحصول مقام وسالت فی مابین الربّ وخلقہ در وصول فیوض غیبیہ بجمہور ناس بسبب سعی ایشاں در شفاعات بر قوم اول فضیلتے کہ ہست بر ہیچ یکے از عقلا پوشیدہ نیست۔'' (صراط مستقیم (فارسی)، ص 138، 162، 163، مطبوعہ در مطبع مجتبائی، دہلی، 1308ھ ص 245، 277، 278، صراط مستقیم مترجم مطبوعہ سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، 1956ء)۔ ترجمہ: نیز اس سلوک کے سالک کو چاہئے کہ انبیا اور اولیاء بلکہ تمام مومنین کے حقوق اور ''تعظیم'' کے ادا کرنے میں انتہائی کوشش کرے کہ وہ سب اس (سالک) کے واسطے ''کوشش اور (سفارش) شفاعت'' کرنے والے ہیں اور ''انبیا و اولیا کی کوشش اور (سفارش) شفاعت'' تو نہایت ظاہر ہے...... اور (دوسری قوم) دوسرا طبقہ عرض حاجات وحل مشکلات (مشکل کشائی) وطلب مرغوبات و دفع مکروہات اور شفاعات (سفارشات) میں سعی وکوشش کرنے میں بنا بر استحکام علاقہ عبودیت و اظہار حاجت کے جو بندہ ہونے کا شعار ہے اور اہلِ اضطراب اور حاجت مندوں پر رحمت (مہربانی) کرنے کے لیے چست و چالاک اور سرگرم ہوتا ہے...... اور اسی طرح دوسرے طبقے (قوم ثانی) کے لیے عبودیت کے مقتضیات ظاہر ہیں اور ''ان کو ربّ تعالی اور اس کی مخلوق کے درمیان وسیلہ ہونے کا مقام حاصل ہے'' اور ان کی ''سعی اور شفاعات'' سے عام لوگوں کو فیوض غیبیہ پہنچتے ہیں اس لحاظ سے دوسرے طبقے کو پہلے طبقہ پر فضیلت حاصل ہے جو کسی بھی عاصل سے پوشیدہ نہیں۔)

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدّث دہلوی فرماتے ہیں: ''اور بعضے خاص اولیاء اللّٰہ جن کو اللّٰہ تعالی نے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس حالت (برزخ) میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کے استغراق میں کمال وسعت مدارک کے سبب کچھ خلل واقع نہیں ہوتا اور وہ استغراق کے متوجہ ہونے کو منع بھی نہیں کرتا اور بہت سے لوگ باطنی کمالوں کو ان ہی سے حاصل کرتے ہیں اور حاجت مند اور غرض والے اپنے اڑے کاموں کی کشادگی کا سبب ان سے پوچھتے ہیں اور ان کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں اور ان کا حال اس وقت میں اس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہے ۔

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

(تفسیر عزیزی، ص 4/178)

کتاب ''تذکرۃ الرشید'' میں رشید احمد گنگوہی کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''آپ (گنگوہی) دنیا سے تشریف لے گئے مگر آپ کے تصرفات عالَم میں اپنا کام برابر کر رہے ہیں............ اور تصرفات کا دار و مدار چوں کہ متصرف شیخ کے قلب کی قوت اور روحانی طاقت پر ہے اس لیے بعض اہل اللّٰہ کے تصرفات اس درجہ بڑھ گئے ہیں کہ جو افہام اس مضمون سے بالکل بے بہرہ ہیں ان کو یقین آنا بھی محال ہے اور بات بھی درست ہے جو شخص حواسِ خمسہ کے علاوہ اس اندرونی چھٹے حاسہ سے آگاہ ہی نہیں وہ اس کے تصرفات کو کیا جانے۔ (ص 2/151)

خود گنگوہی فرماتے ہیں: ''تصرفات و کراماتِ اولیاء اللّٰہ بعد ممات بحالِ خود باقی می ماند بلکہ در ولایت بعد موت ترقی می شود حدیثے کہ ابنِ عبدالبر نقل کردہ شاہد است۔'' (اولیاء اللّٰہ کی کرامات اور ان کے تصرفات، ان کی وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی رہتے ہیں، بلکہ ولایت میں وفات کے بعد ترقی ہو جاتی ہے، اس کی گواہی ابن عبدالبر کی نقل کی ہوئی حدیث سے ہوتی ہے)۔ (تذکرۃ الرشید، ص 2/252، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور)

معترضین مزید ملاحظہ فرمائیں: محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب ''قصائد قاسمی'' کے ''قصیدۂ بہاریہ در نعت رسول ﷺ'' میں کہتے ہیں: ؎

''بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال — بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت — نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار
ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے — تو اس سے کہہ اگر اللّٰہ سے ہے کچھ درکار
مُربّی مہ و خود ذرے تیرے کوچہ کے — مُعلّمِ الملکوت آپ کا سگِ دربار
جو دیکھیں اتنے کمالوں پہ تیری یکتائی — رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار
گرفت ہو تو تیرے ایک بندہ ہونے میں — جو ہو سکے تو خدائی کا ایک تیری انکار
خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب — خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشقِ زار
جہان کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں — تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
پہنچ سکا تیرے رُتبہ تلک نہ کوئی نبی — ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار
سوا خدا کے بھلا تجھ کو کیا کوئی جانے — تو شمس نور ہے شپر نمط اولوالابصار
طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی — بجا ہے کہئے اگر تم کو مبدا الاثار
فلک پہ عیسی و ادریس ہیں تو خیر سہی — زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ — جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہوے بیڑا پار
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمد — زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار
چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے — زبان کا منھ نہیں جو مدح میں کرے گفتار
تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا — وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار
لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا — اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار
یہ ہے اجابت حق کو تیری کا دعا کا لحاظ — قضاء مبرم و مشروط کی سُنیں نہ پکار
خدا تیرا تو جہان کا ہے واجب الطاعۃ — جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے سروکار
قضا کو تیری یہ خاطر مگر تجھے وہ ہے — قضاء حق سے نیاز اور نیاز کا اقرار
جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو — نصیب ہوتی نہ دولت و جود کی زنہار
مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا — بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار
تیرے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت — گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار
یہ سُن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں — کیے ہیں میں نے اکھٹے گناہ کے انبار''

(ص4 تا7، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، 1309ھ)

اشرف علی تھانوی کے استاد اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس محمود حسن دیوبندی لکھتے ہیں: ''آپ (ﷺ) اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں۔ جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم، اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں القصہ آپ (ﷺ) اصل میں مالک ہیں۔'' (ص9، ادلۂ کاملہ، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ، دیوبند ضلع سہارن پور)

وہ مزید لکھتے ہیں: ''علتِ ملک قبضہ تامہ ہے...... حاکم من وجہٖ قبضہ نائب خدا ہے چنانچہ ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ اس پر شاہد ہے...... اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ بے قبضہ ملک نہیں کیوں کہ اول ملک اسی سے پیدا ہوتی ہے۔'' (ص11)

اشرف علی تھانوی کی مرتّب کتاب ''قربات عند اللّٰہ و صلوات الرسول'' (مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور) میں تھانوی صاحب کے ان استاد کے لیے شجرہ میں یہ شعر درج ہے:

''فبسیدی مولایَ محمودٍ حسن ممدوح أهل الحمد والإحسان'' (ص:210)

''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب علیہ الصلوۃ والسلام من اللّٰہ القریب المجیب''، مطبوعہ دارالاشاعت، دیوبند کے ص193 میں جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''هذا وقد ملّک الدنیا بأجمعها فرده الزهد عنها وهو مقتدر

یہ حالت اس پر تھی کہ آپ (ﷺ) تمام دنیا کے مالک تھے لیکن زہد نے آپ (ﷺ) کو دنیا سے باز رکھا باوجود اس کے کہ آپ (ﷺ) مقدور رکھتے تھے۔''

محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب ''آبِ حیات'' (مطبوعہ مطبع قدیمی دہلی، 1936ء) کے ص186 میں لکھتے ہیں: ''دوسرے رتبہ میں رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) کی مالکیت سمجھئے کیوں کہ اول تو رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) محققین کے نزدیک وسیلہ تمام فیوض اور واسطہ فی العروض تمام عالم کے لیے ہیں...... رسول اللّٰہ ﷺ کا مالک ارواح مومنین ہونا...... پھر جب آپ کی ملک اوروں کی ملک سے اقوی ہوئی...... بحکم وساطت عروض وجود روحانی ارواح مومنین جب مملوک رسول اللّٰہ ﷺ ہوئیں تو ثمرات ان کے یعنی حرکات ارادیہ اپنے آپ مملوک رسول اللّٰہ ﷺ ہوں گی۔''

معترضین کو ان کے اپنے ہی تھانوی کی کتاب ''التکشف عن مہمات التصوف'' دیکھنے کا ''شرف'' بھی شاید نہیں ملا۔ ''یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا'' کا جواب بھی وہ انہی سے ملاحظہ فرمائیں: تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''معنی اتصال واتحاد۔ جاننا چاہیے کہ اتصال واتحاد تین معنی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ ایک معنی لغوی کہ دو چیزوں کی ذات کا ذاتاً بجاناً ایک ہوجانا یہ اللّٰہ تعالی کی جناب میں محال عقلی و نقلی ہے اور قائل ہونا اس کا الحاد زندقہ ہے۔ دوسرے معنی اصطلاحی جس کو عینیت کہتے ہیں یعنی ایک شے کا متبوع اور محتاج الیہ وموقوف علیہ ہونا اور دوسرے کا محتاج و تابع وموقوف ہونا ایسا علاقہ تمام مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے جیسا ایک جگہ اس کی مفصل بحث آچکی ہے۔ تیسرے معنی عرفی یعنی محبت ومحبوبیت کا تعلق خاص دو شخصوں میں ہونا، یہ علاقہ خاص مقبولانِ الٰہی کو اللّٰہ تعالی سے حاصل ہے۔'' (ص173، مطبوعہ سجاد پبلشرز، لاہور 1960ء)

محمد قاسم نانوتوی اپنی کتاب ''آبِ حیات'' میں لکھتے ہیں: ''کوئی صفت کسی موصوف میں بالذات ہوتی ہے اور کسی موصوف میں بالعرض۔'' (ص6)۔ مزید لکھتے ہیں: ''چوں کہ مالک حقیقی خداوند کریم ہے سوا اس کے جو مالک ہے مالک مجازی اعنی ایک ملک مستعار پروردگار کی طرف سے حاصل ہے تو اس صورت میں خلافت نکلے گی چنانچہ ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' جو جمیع انحاء خلافت کو شامل ہے خلافت ملک ہو یا خلافت حکم وغیرہ اس خلافت ملک اموال کی طرف جو ایک نحو خاص کی خلافت ہے اشارہ بھی موجود ہے واللّٰہ اعلم اور یہ ظاہر ہے کہ خلیفہ کسی کا وہی ہوتا ہے جو اس کا کام کر سکے۔'' (ص18)

حضرت شیخ مُحقق شاہ عبدالحق مُحدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے بارے میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ مُحقق کو روزانہ نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی تھی، وہ صاحبِ حضوری تھے۔ (افاضات یومیہ، ص6، حصہ 7)۔ وہ شیخِ مُحقق فرماتے ہیں: ''آں حضرت (ﷺ) متولّی اُمور مملکت الٰہیہ وگماشتۂ درگاہِ عزت بود

کہ تمامہ امور احکام کون ومکان بوے مفوض بود کدام دائرہ مملکت واسع تر از دائرہ مملکت وسلطنت وے بود ﷺ۔'' (اشعۃ اللمعات، ص1/644)۔(ترجمہ) آں حضرت ﷺ مملکتِ الٰہیہ کے متولی اور درگاہِ عزت باری تعالی سے اس پر مقرر تھے کہ کون ومکان کے تمام امور واحکام کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ کسی کا دائرہ مملکت آپ ﷺ کے دائرہ مملکت وسلطنت سے وسیع ہوسکتا ہے؟ اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

''وقدرت وسلطنت وے ﷺ زیادہ بران بود، ملک وملکوت جن وانس تمامۂ عوالم بہ تقدیر تصرف الٰہی عزّ وجلّ درمحیط قدرت وتصرف وے بود۔'' (اشعۃ اللمعات، ص1/432، مطبوعہ نول کشور، 1935ء)۔(ترجمہ) اور قدرت وسلطنت آپ ﷺ کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر تھی اللّٰہ تعالی کی تقدیر وتصرف سے ملک وملکوت، جن وانس اور تمام جہان آپ ﷺ کے قدرت وتصرف کے احاطے میں ہیں۔

''الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی'' للقاضی عیاض رحمۃ اللّٰہ علیہ میں ہے: ''**من لم یرولایۃ الرسول علیہ فی جمیع الأحوال، ویر نفسہ فی ملکہ ﷺ لایذوق حلاوۃ سنّتہ۔**'' (ص272، مطبوعہ دارالحدیث، القاہرہ) جو تمام احوال میں رسولِ کریم ﷺ کو اپنا والی اور خود کو نبی کریم ﷺ کی مِلک نہ جانے وہ ان کی سنّت کی حلاوت (مٹھاس، لذت) سے ہرگز خبردار (فیض یاب) نہ ہوگا۔

اور ''نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض'' (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت) کے ص4/418 میں ہے: ''**الولایۃ بکسر الواو وفتحھا بمعنی نفوذ حکمہ و سلطانہ حتی کانہ مملوک لہ**''۔ ولایت واؤ کی زیر اور زبر کے ساتھ اس معنی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم اور ان کی بادشاہی کو خود پر نافذ کرلے یہاں تک کہ خود کو ان کی مِلک مانے۔

''گل زارِ معرفت'' (مطبوعہ مجتبائی دہلی، 1328ھ) میں جناب حضرت حاجی امداد اللّٰہ فرماتے ہیں:

''اچھا ہوں یا بُرا ہوں غرض ہوں جو کچھ ہوں — پر ہوں تمہارا تم میرے مختار یارسول
کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیان و جرم سے — تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یارسول''

مزید فرماتے ہیں:

''جہاز اُمّت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں — بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللّٰہ
پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہوکر — میری کشتی کنارہ پر لگاؤ یارسول اللّٰہ
شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم — تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یارسول اللّٰہ
خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے — ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یارسول اللّٰہ''

مزید ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

''آپ کے بخشش و انعام کی کچھ حد ہی نہیں — ہے قلیل آپ کا بس اور کی تکثیر عبث

نور احمد سے منور ہے دو عالم دیکھو — دیکھتے ہو جو مہ و خورشید کی تنویر عبث
آپ کے رتبۂ عالی کا بیان ہو کس سے — عرش کی اس کے مقابل میں ہے توقیر عبث
عرش بریں پر آپ ہیں زیر زمیں ہوں میں — ملنا کہاں سے ہو کہ کہیں تم کہیں ہوں میں''

(ص:6، 7، 12، 14)

''مثنوی تحفۃ العشاق'' (مطبوعہ راشد کمپنی، دیوبند) میں حضرت حاجی امداد اللّٰہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حامد و محمود ممدوح خدا — احمد مُرسَل محمد مصطفٰی
بے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی — بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی
روشنی عرش نور لامکاں — شمع بزم عالم کون و مکاں
راحت و روح روانِ کائنات — زندگانی پرور جان حیات
باعثِ ایجادِ عالم ہے وہی — موجبِ بنیادِ آدم ہے وہی
گرنہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو — یہ نہ ہوتا وہ نہ ہوتا مَیں نہ تو
ہے وہ سرمایہ وجود کائنات — دونوں عالم سے ہے مقصود اس کی ذات
ہے وہ بے شک میوۂ نخل وجود — اول و آخر وہی اصل وجود
ہے یہ سب اس کے لیے اے نیک بخت — واسطے پھل کے ہی بوتے ہیں درخت
گرچہ آخر ہے ثمر اول شجر — کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر
جب ثمر سے یہ شجر ظاہو ہُوا — پس ثمر ہی اول و آخر ہُوا
میوہ کو سبقت ہوئی جب باغ پر — ہے وہ اول وہی آخر سر بسر
ہے وہی شاہِ جہاں سب اس کے خیل — ہے وہی مقصد کل باقی طفیل
پڑھ تو امداد اس پر صلوٰت و سلام — آل اور اصحاب پر اس کی تمام''

(ص:5)

''غذائے روح'' میں حاجی صاحب فرماتے ہیں:

''کس سے ہووے نعت ختم المرسلیں — جز بذات پاک ربّ العالمین
ذات احمد ہے وہ بحر بے کراں — جس کا اک قطرہ ہے یہ کون و مکاں
ذات پاک احمد ہے والشّمس الضحٰی — جس کے یہ ذرے ہیں سارے اولیاء
ہے سزوار اس کو تاجِ سروری — زیب اسے ہے خلعتِ پیغمبری

سرورِ عالم محمد شاہِ دیں   پیشوائے اولین و آخرین
حکم ان کا ہے جہاں میں سربسر   وہ یہاں آئے ہیں سب سے پیش تر
ذات پاک ان کی نہ پیدا ہوتی گر   ہوتے کب ارض و سما جنّ و بشر
اس پہ پڑھ امداد تو لاکھوں صلوۃ   تجھ کو ہے جس کی شفاعت سے نجات''

(ص2)

''جہادِ اکبر مع نالہ امداد غریب'' (مطبوعہ راشد کمپنی، دیو بند) میں حاجی صاحب فرماتے ہیں:

''محمد ہے ممدوح ذاتِ خدا   محمد کا ہو وصف کس سے ادا
محمد سا مخلوق میں کون ہے   اسی کا طفیل ہے یہاں جَون ہے
نہ پیدا ہوتا اگر احمد کا نور   نہ ہوتا دو عالم کا ہر گز ظہور
محمد خلاصہ ہے کونین کا   محمد وسیلہ ہے دارین کا
محمد کی طاعت جہاں پر ہے فرض   محمد کی طاعت سے جا دل کا مرض
پڑے کفر اور شرک میں ہم تھے سب   محمد سے ملی ہم کو راہِ ربّ
گرفتار تھے نفسِ شیطان کے ساتھ   محمد نے دی ہم کو ان سے نجات
محمد کی طاعت کر آٹھوں پہر   کہ تا وصل سے حق کے ہو بہرہ ور
محبت محمد کی رکھ جان میں   محمد محمد کہہ ہر آن میں
محمد کی اُلفت سے اور چاہ سے   ملے گا تو امداد اللّٰہ سے''

(ص3 تا 4)

مزید فرماتے ہیں:

''اے رسولِ کبریا فریاد ہے   یا محمد مصطفٰی فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل   اے مِرے مشکل کشا فریاد ہے
قیدِ غم سے اب چھڑا دیجے مجھے   یا شہِ ہر دو سرا فریاد ہے''

مزید ملاحظہ ہو: عنوان ہے: ''مناجات دیگر حضرت سرورِ عالم ﷺ''

''سب دیکھو نور محمد کا سب بیچ ظہور محمد کا   جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد کا
جس مسجد میں میں سنتا ہوں تو ہے مذکور محمد کا   نا ہے کسی پیغمبر کا جو ہے مقدور محمد کا
وہ منشاء سب اسما کا ہے وہ مصدر سب اشیا کا   وہ سر ظہور وخفا کا ہے سب دیکھو نور محمد کا
کہیں غوث ابدال کہایا ہے کہیں قطب بھی نام دَھرایا ہے   کہیں دین امام کہایا ہے سب دیکھو نور محمد کا''

(ص22)

مزید فرماتے ہیں:

''محمد کی مرضی ہے مرضی خدا کی   خدا کی رضا ہے رضائے محمد
نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقیں ہے   ہوا ہے سب کچھ برائے محمد''

(ص23)

معترضین نے کلامِ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے جن اشعار پر اعتراض کیا ہے ان اشعار کو لکھ کر کچھ قرآنی آیات نقل کی ہیں اور جس لہجے میں ان آیات کا ترجمہ کیا ہے اور ان سے جو استدلال پیش کیا ہے انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

''1- ﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾
(البقرۃ:2/255)

(ترجمہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی (اللّٰہ) کا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ اس کے حکم کے بغیر اس سے کسی کی سفارش بھی کر سکے۔

2- ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾
(آل عمران:3/128)

(ترجمہ) (اے محمد) آپ کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ خدا چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے دے اور چاہے تو عذاب میں مبتلا کرے کہ وہ ناحق پر ہیں۔

3- ﴿قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ﴾ (الاعراف:7/188)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اپنی ذات کے لیے بھی نفع اور نقصان کا کچھ اختیار نہیں ہے، مگر جو اللّٰہ چاہے اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو اپنے لیے بہت سی خیر جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

4- ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (یونس:10/42)

(ترجمہ) کیا آپ (اے محمد) بہروں کو سنا سکتے ہیں خواہ وہ بے عقل ہوں؟

5- ﴿اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ﴾ (یونس:10/43)

(ترجمہ) کیا آپ (اے محمد) اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں جب کہ وہ نابینا ہوں؟

6- ﴿وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًاO اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ (الکہف:18/23)

(ترجمہ) کسی بھی چیز کے بارے میں آپ ہرگز یہ نہ کہیے کہ کل میں یہ کام کروں گا مگر یہ کہ اللّٰہ چاہے۔

7- ﴿قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل:27/65)

(ترجمہ) (اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین میں اللّٰہ کے سوا کوئی بھی غیب کا جاننے والا نہیں ہے۔

8- ﴿اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ﴾ (النمل:27/80)

(ترجمہ) (اے محمد) بے شک نہ آپ مردوں کو کچھ سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں۔

9- ﴿وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ﴾ (النمل:27/81)

(ترجمہ) اور آپ راہ سے بھٹکتے ہوئے اندھوں کو کچھ نہیں دکھا سکتے۔

10- ﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ط لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الزمر:39/43)

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے کہ شفاعت کی اجازت دینے کے جملہ اختیارات صرف خدا کو ہیں، آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک وہی ہے۔

11- ﴿لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الزمر:39/63)

(ترجمہ) آسمانوں اور زمین کی کنجیاں صرف اسی کے پاس ہیں۔

12- ﴿اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ ط وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر:35/22)

(ترجمہ) بے شک اللّٰہ تعالی جس کو چاہتا ہے سناتا ہے۔ آپ قبر والوں کو کچھ نہیں سنا سکتے ہیں۔

13- ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ﴾ (التحریم:55/1)

(ترجمہ) اے نبی آپ اس چیز کو اپنے لیے حرام کرتے ہیں جس کو اللّٰہ نے آپ کے لیے حلال فرمایا ہے؟''

معترضین نے قرآنی آیات پیش کر کے جو لکھا ہے، وہ بھی ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

''قرآن پاک کی ان آیتوں سے مندرجہ نکات واضح ہوتے ہیں۔

1- خالقِ کائنات نے نبی کریم کو افضل الانبیاء اور خاتم النبیین بنا کر پوری دنیا کی ہدایت اور تبلیغِ رسالت کی ذمہ داری تفویض کرنے کے باوجود بھی، اپنی حاکمیت، مالکیت اور اپنی خدائی کے کسی

ادنی سے بھی معاملہ میں آپ کو کیا کسی کو بھی اپنا شریک و سہیم نہیں بنایا ہے اور قضا و قدر اور اپنی مخلوقات میں سے کسی کے بھی نفع وضرر کے بارے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔

(دیکھئے آیت 1،2،11)

2- خاص ہدایت و رہبری کے معاملے میں بھی ہدایت دینے کا کام خود اپنے اختیار میں رکھا ہے اور آپ پر صرف تبلیغ احکام کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ (آیت:5، 9)

3- حد یہ ہے کہ آپ کو یہ قوت بھی نہیں دی گئی کہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکیں یا اندھوں کو راہ دکھا سکیں یہ سب امور خدا نے خاص اپنے اختیار میں رکھے ہیں۔ (آیت:5،8،9،11)

4- کسی کے حق میں شفاعت وسفارش کے لیے بھی اللّٰہ تعالی نے اپنے حکم اور اجازت کی شرط لگا دی ہے۔ بلا اذن و اجازت کسی کو کسی کی شفاعت کا اختیار نہیں دیا گیا ہے(6)۔ (آیت:1،10)

5- خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی حضور کو مالک نہیں بنایا گیا۔ بلکہ آپ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا کہ سارے نبیوں کا سردار بھی یہ اختیار نہیں رکھتا کہ وہ اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہونچا سکے۔ (آیت:3)

6- کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا حق یا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔ (آیت:13)

7- کسی کام کا دوسرے دن کرنے کے ارادہ کرنے کے بعد اس کو زبان پر لانے کے لیے سختی کے ساتھ فرمایا گیا کہ ''ان شاءاللہ'' کی شرط ضروری ہے۔ (آیت:6)

8- دوٹوک الفاظ میں قرآن یہ اعلان کرتا ہے اور کراتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے (چاہے وہ کوئی عام انسان ہو اور چاہے تمام انبیاء کے سردار ہوں) (آیت:3،7)

یہاں خان صاحب کا دعوی ایک بار پھر یاد کر لیجئے (قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی) اور پھر غور فرمایئے کہ:

(الف) قرآن کہتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو خود اپنی ذات کو بھی نفع یا نقصان پہونچانے کا اختیار نہیں دیا گیا، کسی کو ہدایت دینے، حلال کو حرام کرنے، بہروں کو اپنی آواز سنانے، اندھوں کو راہ دکھانے کی قدرت بھی آپ کو حاصل نہیں، خدا کی اجازت اور حکم کے بغیر کسی کو شفاعت کا بھی استحقاق آپ نہیں رکھتے۔ تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت خدا کی اور صرف خدا کی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ مگر خانصاحب فرماتے ہیں کہ زمین، آسمان، عرش، فرش، ہر خشک وتر کا اور تمام جن و بشر کے آپ مالک ہیں۔

(ب) قرآن بار بار کہتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے یہی نہیں بلکہ خود رسول پاک سے قرآن یہ اعلان کراتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ پکار کر کہہ دو کہ ''میں عالم الغیب نہیں ہوں''۔ مگر خان صاحب

کا عقیدہ ہے کہ آپ کو دونوں جہاں کے ہر خفی وجلی کا علم (یعنی علم غیب) حاصل ہے یہاں تک کہ انسانوں کے دل کی خواہشوں کو بھی آپ بیان کئے بغیر ہی جان لیتے ہیں۔

(ج) قرآن کہتا ہے کہ پوری کائنات کا خالق، مالک، حاکم اور رازق خدا اور صرف خدا ہے، تمام موجودات کی تمام ضرورتیں صرف وہی پوری کرتا ہے اور سب کو روزی دیتا ہے۔

مگر خان صاحب زمین سے آسمان تک کی ساری چیزوں کا لٹانے والا رسول کو سمجھتے ہیں اور خدا کے ملک پر آپ کا قبضہ بتاتے ہیں۔

(د) قرآن کہتا ہے کہ قضا وقدر کے تمام اُمور فقط خدا کے اختیار میں ہیں اور تمام کائنات پر تسلّط، تصرف، تغیر کا حق خدا کو اور صرف خدا کو ہے۔ کسی دوسرے کو مجال دم زدن نہیں ہے مگر خان صاحب تقدیری معاملات میں ردوبدل کے حقوق بھی اپنی طرف سے حضور کو دے رہے ہیں۔

اب جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے متعلق آپ خود غور کر کے اپنی رائے قائم کر لیجئے......

اور...... مجھے بتایئے کہ ''قرآن سے نعت گوئی سیکھنا'' اسی کو کہتے ہیں کہ جو بات بھی کہی جائے قرآنی معانی و مفاہیم کے خلاف کہی جائے؟ جب ''قرآن سے نعت گوئی سیکھنے'' کا دعوی کرنے والے اتنے بڑے ''عالم، فقیہ، مفتی'' اور ''مجدّد دین وملّت'' نے ''عشق رسول کا بہانہ تراش کر ''نعتِ رسول'' کے نام پر اپنے ''حدایق بخشش'' میں ایسے گل کھلائے ہیں تو اسلامیات سے نابلد اور جاہل شاعروں سے کیسی نعتیہ شاعری کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔'' (چراغ نوا، ص12 تا16، مطبوعہ مرکز مطالعات فارسی، علی گڑھ، 2000ء)

چراغ نوا کے ص 56 پر نہایت رکیک اور سوقیانہ انداز میں یہ عبارت بھی درج ہے کہ: ''اس مُجدِّدِ دین وملّت نے خدا اور رسول (ﷺ) کی محبت کو عام انسانوں اور بازاری لوگوں کے ''معاشقے'' پر قیاس کرلیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خان صاحب ہرگز یہ نہ کہتے کہ ؎

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب   یعنی محبوب و مُحِبّ میں نہیں میرا تیرا''

معترضین نے اپنی سرشت کے مطابق جس قدر اور جیسے الزام جن لفظوں میں ان سے ہو سکے وہ انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ پر لگائے۔ میری اس تحریر کے مندرجات میں خود معترضین کے ''بڑوں'' کے جس قدر بیان پیش کئے گئے ہیں ان سے ہر ذی علم وفہم بخوبی اندازہ کرسکتا ہے کہ آج جو لوگ اعلیٰ حضرت مجدّد بریلوی علیہ الرحمہ کے نعتیہ کلام پر اعتراض کررہے ہیں وہ اعتراض ان معترضین کے محض تعصُّب، عناد اور جہالت کے آئینہ دار ہیں ورنہ معترضین اپنے ان بڑوں پر اسی لہجے اور اسی انداز میں ایسے ہی الفاظ سے زبان وقلم دراز کیوں نہیں کرتے؟

اشرف علی تھانوی اور شبیر احمد عثمانی نے قرآنی آیات ہی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے نبی کو علم

غیب عطا فرمایا، شفاعت کی اجازت دے دی اور نبی کو مالک ومختار بنایا۔ محمد قاسم نانوتوی اور تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی نے واضح لکھا کہ نبی کریم ﷺ اصل میں مالک ہیں۔ خود تھانوی صاحب ہی کی تحریر میں ''بازاری لوگوں کے معاشقے پر قیاس'' کا جواب واضح طور پر ہے۔ ''تفسیر عزیزی'' اور ''تذکرۃ الرشید'' کتاب کے اقتباسات میں تصرفات کا بیان کتنا واضح ہے۔ اسمٰعیل دہلوی تو اولیاء اللّٰہ کے لیے عرش تا فرش حکومت بیان کررہے ہیں۔ معترضین کے اعتراضات کے جواب میں حضرت حاجی امداد اللّٰہ مہاجر مکی اور محمد قاسم نانوتوی کے کہے ہوئے نعتیہ اشعار میں تو کچھ اس قدر واضح بیان ہے کہ معترضین کو دم لینے کی گنجائش نہیں رہتی۔ معترضین کے اکابر ہی کی تحریروں سے کچھ اقتباس مزید ملاحظہ ہوں:

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''......مولانا (روم رحمۃ اللّٰہ علیہ) فرماتے ہیں اور خوب فرماتے ہیں: ؎

بے عنایاتِ حق وخاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق''

(الافاضات الیومیہ، ملفوظ نمبر 827، ص515، حصہ چہارم، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

اسی کتاب کے حصہ ششم میں ملفوظ نمبر 367 میں ہے: ''(تھانوی) نے ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اکثر غیر مُقلِدوں میں یہی ایک بات بُری ہے وہ بدگمانی ہے اسی کی بدولت بدزبانی ہوتی ہے لیکن بعض میں تدین اور انصاف بھی ہوتا ہے۔ لکھنؤ سے ایک غیر مُقلِد عالم یہاں پر آئے تھے غالباً دو تین روز یہاں پر قیام کیا، تھے سمجھ دار۔ ایک روز انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ سماع موتی کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے اس لیے کہ نص انکار کررہی ہے۔ قرآن پاک میں ہے ﴿اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی﴾ (النمل:27/80)۔ مَیں نے کہا کہ یہی آیت سماع کو ثابت کررہی ہے اس لیے کہ بالاتفاق اس (آیت) میں کفار کو موتی سے تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ کا سماع حِسی مشاہد ہے صرف سماع قبول منفی ہے پس یہی حالت مشبہ بہ کی ہوگی کہ سماع حسی ثابت اور سماع قبول منفی۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ مُردے سماع مواعظ سے منتفع نہیں ہوتے تو اس آیت سے نفی سماع پر دلالت کہاں ہوئی؟'' (ص229، الافاضات الیومیہ، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، 1940ء)

قاری محمد طیب کہتے ہیں کہ: ''ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی مسلک ہے کہ سماع موتیٰ ثابت ہے۔''

(سوانح قاسمی، ص33)

اس حوالے سے ''ولی اللّٰہی'' کہلانے والے تھانوی اور ان کے قائل وقابل حضرات کے لیے حضرت شاہ ولی اللّٰہ کے فرزند حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی کا فتویٰ پیش کرتا ہوں، ملاحظہ ہو:

سوال: انسان کا ادراک وشعور بعد موت کے باقی رہتا ہے اور جو شخص زیارت کے لیے جاوے اس کو میت پہچانتا ہوا اور اس کا سلام وکلام سنتا ہے یا نہیں؟

جواب: انسان کا ادراک بعد موت کے باقی رہتا ہے اس امر میں شرع شریف اور قواعد فلسفی میں

اتفاق ہے لیکن شرعِ شریف میں عذابِ قبر و تنعیمِ قبر متواتر طور پر ثابت ہے اور اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر طویل چاہیے۔ اس امر کی تحقیق کے لیے کتاب ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' جو تصنیف شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللّٰہ علیہ کی ہے اور دیگر کُتُبِ احادیث دیکھنا چاہیے اور کُتُب علم کلام میں عذابِ قبر ثابت کیا گیا ہے حتی کہ بعضے مُتکلّمین کے نزدیک مُنکرینِ عذابِ قبر کافر ہیں اور عذاب و تنعیم بغیر ادراک و شعور کے نہیں ہوسکتا اور ادراک و شعور موتی کا احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ زیارتِ قبور اور میت کو سلام کے بارے میں اور میت سے کلام کرنے کے بیان میں ہے مثلاً ثابت ہے کہ موتی سے کہنا چاہیے أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ یعنی تم لوگ ہم لوگوں سے پہلے جانے والوں سے ہو اور ہم لوگ تم لوگوں کے بعد ہیں اور انشاء اللّٰہ تم لوگوں سے ہم لوگ ملنے والے ہیں اور ''بخاری و مسلم'' میں روایت موجود ہے کہ آں حضرت ﷺ نے شہداء بدر (☆) کے ساتھ خطاب فرمایا هَلْ وَجَدْتُمْ مَاوَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا کیا پائی تم لوگوں نے وہ چیز جس کے لیے تم لوگوں کے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچا تو صحابہ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَتَتَكَلَّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَيْسَ فِيْهَا رُوْحٌ یعنی یارسول اللّٰہ آپ کلام فرماتے ہیں ان اجساد سے کہ ان میں روح نہیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يُجِيْبُوْنَ یعنی تم لوگ ان لوگوں سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن وہ لوگ جواب نہیں دے سکتے اور قرآن مجید میں ہے ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ یعنی اور نہ گمان کیجئے ان لوگوں کو کہ قتل کئے گئے اللّٰہ تعالی کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک ان کو روزی دی جاتی ہے وہ لوگ خوش ہیں اس چیز سے کہ اللّٰہ تعالی نے اپنے فضل سے ان کو دیا۔ حاصل کلام اگر انکا ادراک و شعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں اور قواعدِ فلسفیہ سے ثابت ہے کہ روح اس بدن سے جُدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور شعور و ادراک بھی باقی رہتا ہے اور لذتِ روحانی بھی رہ جاتی ہے اور اس امر پر فلاسفہ کا اتفاق ہے صرف جالینوس کا اختلاف ہے اور اسی وجہ سے جالینوس کو فلاسفہ میں شمار نہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ تحلیل ہوا کرتا ہے اور روح کی ہمیشہ ترقی و شعور و ادراک میں ہوتی رہتی ہے تو مفارقتِ بدن کی ادراک و شعور کے سلب میں کیا تاثیر کرسکتی ہے۔'' (سرورِ عزیزی اردو ترجمہ، فتاوی عزیزی، ص 1 / 224، مطبوعہ مطبع مجیدی کان پور، 1914ء)

کتاب ''افاضاتِ یومیہ'' کے صفحہ 205، ح 4 پر ہے: ''ایک سلسلۂ گفتگو میں (تھانوی صاحب نے) فرمایا کہ جناب محمد الرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم چوں کہ ہمارے ہیں اس لیے ہم کو حضور (ﷺ) کی شان انوکھی نہیں معلوم ہوتی مگر جب دوسرے مذاہب کے آدمی غور کر کے دیکھتے ہیں تو ان کو حضور (ﷺ) کے حالات پر بڑا تعجب ہوتا ہے اور واقعی ہیں بھی عجیب حالات اور کیسے نہ ہوں آخر مامور من اللّٰہ ہیں اور

خاتم نبوت ہیں عالم کی آفرینش کے سبب آپ (ﷺ) ہی ہیں سب کچھ آپ (ﷺ) ہی کی ذات مبارک کے لیے پیدا کیا گیا اور آپ ہی کی شان یہ ہے ۔

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اسی کتاب کے حصہ ہفتم کے صفحہ 423 میں ملفوظ نمبر 315 میں ہے: ''(تھانوی صاحب نے فرمایا) اسی طرح نصوص کے اندر بعض مغیبات کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کا علم حضور ﷺ کو بھی ہے اور ایسے علم کی نسبت حضور (ﷺ) کی طرف جائز ہے مگر باوجود اس کے حضور (ﷺ) کے متعلق نصوص میں عالم الغیب کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ لہذا عالم الغیب کے لفظ کا استعمال صرف حق تعالی کے لیے مخصوص ہوا اور مخلوق کے لیے اس لفظ کا استعمال ناجائز ہوا کیوں کہ مخلوق کے لیے اس لفظ کے استعمال کرنے میں ایہام ہے جیسے ایہام کی وجہ سے مخلوق کے لیے رزاق کا استعمال ناجائز ہوا تھا۔ اسی طرح مخلوق کے لیے لفظ عالم الغیب کا استعمال بھی بوجہ ایہام ناجائز ہوگا۔ اسی طرح گو باپ کو بیٹے کے مال سے متمتع تو ہونا جائز ہے مگر اس انتفاع کی وجہ سے یہ جائز نہیں کہ بیٹا اپنے باپ کو برخوردار یعنی متمتع لکھنا شروع کردے حالاں کہ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے مگر باوجود اس کے پھر جو بیٹے کے لیے یہ ناجائز ہے کہ وہ باپ کو برخوردار کہے تو اس کی وجہ وہی ایہام ہے، باپ کی بے ادبی کا اور اس ایہام کی وجہ یہ ہے کہ برخوردار کا لفظ عرفاً بیٹے کے لیے مخصوص ہے اس لیے باپ کے لیے اس لفظ کا استعمال کرنا بے ادبی ہے۔'' (مطبوعہ اشرف المطابع تھانہ بھون، 1941ء)

شبیر احمد عثمانی کہتے ہیں: ''کُل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں، نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہوسکتا ہے۔ اور نہ مفاتحِ غیب (غیب کی کنجیاں) اللّٰہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں، ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کردیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالی نے غیب پر مطلع فرمادیا، یا غیب کی خبر دے دی۔ لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنّت نے کسی جگہ ایسے شخص پر ''عالم الغیب'' یا ''فلان یعلم الغیب'' کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے کیوں کہ بظاہر یہ الفاظ اختصاصِ علم الغیب بذات الباری کے خلاف موہم ہوتے ہیں، اسی لیے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کیے جائیں گو لغۃً صحیح ہوں۔'' (ص 496، حاشیۂ قرآن)

''بوادر النوادر'' (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، لاہور۔ 1985ء) کے ص 532 پر اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''اس کی شرعی مثال ایسی ہے کہ یہ تو کہنا جائز ہے کہ اللّٰہ تعالی نے انبیاء کو بعض غیوب کا علم عطا فرمادیا۔ مگر ان انبیاء کو عالم الغیب کہنا جائز نہیں کہ صفت کے درجہ میں یہ خاص ہے حق تعالی کے ساتھ۔ اسی طرح یہاں یہ کہنا تو جائز ہوگا کہ اولیاء کو بعض کمالاتِ نبوت حق تعالی نے عطا فرمادیے مگر ان اولیاء کو نبی کہنا جائز نہ ہوگا۔''

تھانوی فرماتے ہیں: ''اول تو مجھ میں قوتِ باطنی ہے نہیں ہاں قوتِ بطنی تو ہے دونوں وقت پیٹ بھر کر کھالیا لیکن مَیں کہتا ہوں کہ اگر قوتِ باطنی ہوتی بھی تو بھی مَیں اس سے کام نہ لیتا اس لیے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنّت نہیں، مجال تھی کہ ابولہب اور ابوجہل ایمان سے رہ جاتے اگر حضور (ﷺ) قوتِ باطنی سے کام لیتے۔'' (افاضات یومیہ، ص291، حصہ چہارم، ملفوظ نمبر 506، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

''افاضات یومیہ'' حصہ ششم کے ملفوظ 378 (ص 236، مطبوعہ تھانہ بھون) میں تھانوی لکھتے ہیں: ''حضور (ﷺ) سے بڑھ کر کس کی توجہ اور تصرف ہوسکتا تھا اگر اس سے کام لیا جاتا تو حضور (ﷺ) کی ایک نظر میں عالَم کا عالَم زیروزبر ہوجاتا اور دنیا میں ایک کافر بھی نظر نہ آتا سب کے سب مسلمان اور ایمان والے ہی ہوتے مگر حضور (ﷺ) تو کوئی کام بدون اِذن کے نہ کرتے تھے جس جگہ جس قوت کے استعمال کا حکم دیا جاتا حضور (ﷺ) نے اسی قوت سے کام لیا''۔

''اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں۔''

(ص27، حاشیۂ قرآن از شبیر احمد عثمانی)

''البتہ وہ (انبیاء سابقین) خاص قوم کے لیے ہادی تھے آپ (ﷺ) دنیا کی ہر قوم کے لیے (ہادی) ہیں۔'' (ص، 323، حاشیۂ قرآن)

''البدائع'' (مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور) کے ص502 پر اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: ''تمام عالَمین کے لیے ہادی بن کر آپ (ﷺ) ہی مبعوث ہوئے ہیں۔''

ذوالفقار علی دیوبندی کی کتاب ''**عطر الوُردہ فی شرح البُردہ**'' (مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، 1315ء) سے بھی کچھ اقتباس ملاحظہ ہوں:

معترضین نے ذوالفقار علی دیوبندی کی کتاب ''**عطر الوُردہ**'' کا عربی خطبہ پڑھا ہوتا اور اس کتاب کے ص106 پر ان کے لکھے ہوئے عربی نعتیہ اشعار پڑھ لیے ہوتے تو اعلیٰ حضرت مجدّدِ بریلوی علیہ الرحمہ کے کلام پر اعتراض کرنے کی جسارت نہ کرتے۔ اس کتاب ''عطر الوردہ'' میں سے صرف چند جملے وہ نقل کررہا ہوں جو امام بوصیری علیہ الرحمہ کے اشعار کا ترجمہ نہیں بلکہ شرح میں ذوالفقار علی دیوبندی نے بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود ان کے طفیل سے ہے پھر کس طرح ہوسکتا ہے کہ دنیا کی ضرورتیں ان کو مجبور کریں۔ یعنی دنیا ان کی محتاج ہے اور وہ محتاج الیہ۔'' (ص20)

''ان کی ماموراتِ اور منہیات قابل نسخ نہیں۔ (ص21)

''جملہ انبیاء آپ (ﷺ) کے فیض کے طالب اور اس سے مستفید ہیں۔'' (ص22)

''الغرض آپ کے علم وحکم سب سے فائق ہیں۔'' (ص23)

''جابر رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آں حضرت صلعم (ﷺ) سے پوچھا کہ اَوّل مخلوق کون ہے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ حق تعالی نے اَوّل تیرے نبی کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور کو پھیلایا اور اس سے لوح وقلم وعرش وکرسی وملک وملکوت وعالم وآدم پیدا کیا۔''

''حقیقتِ حُسن جو آپ (ﷺ) میں ہے اس کے حِصَص اور اجزا نہیں کیے گیے بلکہ وہ تمام وکمال اولاً وبالذات آپ ہی کی ذات شریف میں منحصر ہے اور اوروں پر اس کا سایہ محض و پرتو ہے۔

آں چہ اسباب جمال ست رُخ خوب ترا　　ہمہ بروجہ کمال است **کمالا یخفی**'' (ص24)

''آپ (ﷺ) کی ذات برکات کی طرف جو خوبیاں باستثنائے مرتبۂ الوہیت تو چاہے منسوب کرو وہ سب قابل تسلیم ہوں گی اور آپ کی قدرِ عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کرو وہ سب صحیح ہوں گی۔'' (ص25)

''بندہ مترجم عرض کرتا ہے کہ اِحیائے اَموات سے بمراتب بڑھ کر جناب سرور کائنات علیہ الف الف تحیات وتسلیمات سے معجزے بکرات ومرات ظہور میں آئے ہیں یعنی کلام کرنا حجر وشجر کا آں حضرت (ﷺ) سے جو بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مُردہ میں تو زندہ ہونے کی لیاقت بلحاظ ایامِ حیات موجود تھی وہ اگر زندہ ہوجاوے تو چنداں جائے تعجب نہیں مگر حجر وشجر کا بولنا اور بولانا اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے جن کو حیات ظاہر سے کبھی مناسبت ہی نہیں ہوئی۔'' (ص26)

''آپ کے کمالات کی حد اور پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔'' (ص27)

''آپ ہی باعثِ ایجادِ خلق ہیں کہ ''**أَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُورِیْ، وَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مُخَاطِبًا لِآدَمَ عَلَیْهِ السَّلَام: لَوْلَاهُ مَا خَلَقْتُکَ، وَوَرَدَ أَیْضًا: لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ**'' (ص38/28)

''جناب رسالت مآب ہر مستفیض کو اس کے کمالات ظاہر و باطن میں بدرجۂ کمال پہنچادیتی ہیں اور بشر کو ملائکہ سے افضل بنادیتے ہیں۔'' (ص38/29)

''احوالِ عالَم کو کیا نسبت ہوسکتی ہے اس ذاتِ مقدس کے کمالات سے جس کا وجود آپ کا طفیلی ہے۔'' (ص30)

''تحقیق ہے کہ موضعِ مرقد شریف تمام اجزائے زمین سے بلکہ کعبہ معظّمہ اور عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔'' (ص31)

''کے ملک کردی بہ پیش آدم خاکی سجود　　نورتو دروے نبودے گرودیعت اے ہدی
از بہار لطف تو سرسبز باغ کائنات　　وزنسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا''

’’جب آپ شکم مادر سے جُدا ہوئے تو آپ نے اوّل خداوند تعالیٰ شانہ کو سجدہ کیا۔ دوسرے یہ کہ آپ نے سر اپنا اٹھایا اور لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ فرمایا۔‘‘(ص38/32)

’’جناب امیر (حضرت علی کرم اللّٰہ وجہہ) سے لوگوں نے سبب کمالِ حفظ وفہم کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جب مَیں نے حضرت (ﷺ) کو غسل دیا تو ایک پانی کا قطرہ آپ کے چشم مبارک پر رہ گیا تھا سو مجھ کو گوارا نہ ہوا کہ اس کو زمین پر گرادوں اس لیے میں نے اس کو پی لیا یہ میرے کمالِ حفظ وفہم کا سبب ہے۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔‘‘(ص33)

’’خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی خدمت کے لیے جملہ اشیاء عالَم علوی یا سفلی حاضر تھیں اور آپ کے ہر طرح تابع فرمان۔‘‘(ص48)

’’آپ نے انگشت مبارک سے قمر کی طرف اشارہ کیا اور فوراً اس کے دو ٹکڑے ہوگئے۔‘‘(ص49)

’’آپ نے فرمایا اے سُراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اس نے عرض کیا کہ کیا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ جب مُلکِ فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن غنیمت میں آئے تو حضرت امیر المؤمنین عمر (رضی اللّٰہ عنہ) نے وہ کنگن حسب فرمودہ رسول اللّٰہ ﷺ سُراقہ مذکور کے ہاتھوں میں پہنائے۔‘‘(ص56)

’’دفعِ مصائب وجلبِ منافع اُمت مرحومہ کو بتوسل شریف حاصل ہوتا ہے۔‘‘(ص57)

’’آپ جیسا مُرشِد کامل ومُخبِرِ صادق ورحمۃ للعالمین نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا پس ہر عاقل کو لازم ہے کہ آپ کے وجود باجود کو غنیمت عظمیٰ سمجھے اور اس کی بابت خداوند تعالیٰ کا ہر دم شکر کرے۔‘‘(ص67)

’’وللّٰہ درالقائل ؎

نہ ہر سینہ را راز دانی دہند نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند
نہ ہر گو ہرے درۃ التاج شد نہ ہر مرسلے اہل معراج شد‘‘

(ص70)

’’(بدر میں) مشرکین مقتولین کے نسبت آپ نے فرمایا کہ ان کی لاشوں کو کنویں میں ڈال دو سو سب ڈالی گئیں...... جب ان کو چاہ میں ڈال چکے تو وہاں جناب سرورِ کائنات آ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے کنوے والو تم اپنے نبی کے بڑے رشتہ دار تھے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور اور لوگوں نے میری تصدیق کی پھر نام بنام ان لوگوں خطاب کیا کہ تم نے جو وعدہ خدا نے تم سے کیا تھا سچا دیکھا۔ مَیں نے جو مجھ سے ایزد سبحانہ نے وعدہ کیا تھا سچا پایا۔ اس پر حضرت کے اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیک وسلم) کیا آپ مُردوں سے گفتگو فرماتے ہیں آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ تم میری گفتگو ان سے زیادہ نہیں سنتے ہو مگر وہ

طاقتِ جواب نہیں رکھتے۔‘‘(ص84)

’’اسی روز قتادہ بن النعمان کی آنکھ خانۂ چشم سے نکل پڑی پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کو وہاں رکھ دیا اور وہ آنکھ دوسری آنکھ سے عمدہ ہوگئی۔‘‘(ص89)

’’جب آپ نے غار سے نکلنے کا ارادہ کیا تو......حضرت طلحہ بیٹھ گئے اور آپ ان پر قدم مبارک رکھ کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ طلحہ نے اپنے لیے جنّت واجب کرلی۔‘‘(ص90)

’’وللّٰہ درالقائل ؎ چوں تو داریم بمعنی ہمہ داریم وہمہ‘‘(ص93)

’’امام نووی نے ’’شرح السّنہ‘‘ میں لکھا ہے کہ حضرت سفینہ آں حضرت (ﷺ) کے آزاد کردہ غلام کو جہادِ روم میں کافروں نے گرفتار کرلیا تھا وہ وہاں سے کسی طرح بھاگے راہ میں ان کا راستہ ایک شیر نے روک لیا انہوں نے شیر سے کہا کہ اے ابوالحارث مَیں خادمِ رسول اللّٰہ ﷺ ہوں کہ لشکرِ اسلام میں جانا چاہتا ہوں چنانچہ شیر آگے آگے ہولیا اور لشکرِ اسلام میں ان کو پہنچادیا۔ ایسا ہی حضرت عبداللّٰہ ابن عمر (رضی اللّٰہ عنہما) نے بحالت سفر ایک جگہ ازدحام مردمان دیکھا اور اس کا سبب پوچھا لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک شیر ہے جس کے سبب یہاں کی راہ بند ہے اور اس نے بہت سے آدمی ہلاک کردیئے ہیں۔ یہ سُن کر آپ سواری سے اُترے اور شیر کے پاس جا کر اور اس کا کان مڑور کر کہا کہ تو لوگوں کو مت ستا اور یہاں ہی بیشہ میں رہا کر۔ وہ شیر سر جھکا کر اپنے بن میں چلا گیا۔‘‘(ص96)

نہ آپ ہوتے نہ دنیا وآخرت پیدا ہوتی قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: لَوۡلَاکَ لَمَا أَظۡهَرۡتُ الرُّبُوۡبِیَّةَ وَلَوۡلَاکَ لَمَا خَلَقۡتُ الۡاَفۡلَاکَ۔(ص38/103)

’’صلّوا علی الغوثِ الشفیعِ المرتجیٰ صلوا علی روحِ النبیِّ المصطفیٰ
صلوا علیه وسلّموا تسلیما

قُولوا له یا کهفَ عبدک مدنف بالروح من فرط الصبابة متلف
وعلٰی فواتِ حضورکم متاسف ویقول وهو علی المنیة مشرف
صلوا علیه وسلّموا تسلیما‘‘ (ص107، عطر الوردہ)

حضرت ابوعبداللّٰہ شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللّٰہ علیہ سے بھی ملاحظہ ہو ؎

’’خلاف پیمبر کسی رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید
مپندار سعدے کہ راہِ صفا تو ان رفت جز در پی مصطفیٰ
کریم السجایا جمیل الشیم نبی البرایا شفیع الامم
امام رُسُل پیشوای سبیل امین خدا مہبط جبرئیل

شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و نشر — امام الہدیٰ صدر دیوان حشر
کلیمی کہ چرخ فلک طور اوست — ہمہ نورہا پر تو نور اوست
شفیعٌ مطاعٌ نبیٌ کریم — نسیمٌ جسیمٌ نسیمٌ وسیم
یتیمی کہ ناکردہ قرآن درست — کتب خانۂ چند ملّت بشست
چو عزمش بر آہیخت شمشیربیم — بہ معجز میانِ قمر زد دونیم
چوصیتش در افواہ دنیا فتاد — تزلزل در ایوان کسرے فتاد
بہ ''لا'' قامت ''لات'' بشکست خرد — بہ اعزازِ دین آب ''عُزّیٰ'' ببرد
نہ ازلات و عزٰی برآور دگرد — کہ توریت و انجیل منسوخ کرد
شبی برنشست از فلک برگزشت — بہ تمکین و جاہ از ملک درگزشت
چنان گرم درتیہ قربت براند — کہ در سدرہ جبریل از و باز ماند
بدو گفت سار بیت الحرام — کہ ای حاملِ وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی — عنانم زصحبت چرا تافتی؟
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروی بالم نماند
اگر یک سرموی برتر پرم — فروغِ تجلّٰی بسوزد پرم
نمانَد بہ عصیان کی درگرو — کہ دارد چنین سیدی پیش رو
چہ نعتِ پسندیدہ گویم ترا؟ — علیک السلام ای نبی الوری
درودِ مَلک بر روانِ توباد — برا صحاب وبر پیروانِ توباد
نخستین ابوبکر پیر مُرید — عمر پنجہ برپیچ دیو مَرید
خردمند عثمان شب زندہ دار — چہارم علی شاہ دُلدل سوار
خدایا بہ حق بنی فاطمہ — کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول — من و دست و دامان آلِ رسول
چہ کم گردد ای صدرِ فرخندہ پی — زقدر رفیعت بہ درگاہ حی
کہ باشند مشتی گدایان خیل — بہ مہمان دارالسلامت طفیل
خدایت ثنا گفت و تبجیل کرد — زمین بوس قدر تو جبریل کرد
بلند آسمان پیش قدرت خجل — تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گِل
تو اصل وجود آمدی از نخست — دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

مذانم کدامین سخن گویمت — کہ والا تری زانچہ من گو یمت
تورا عزّلولاک تمکین بس ست — ثنای تو طہٰ و یٰس بس ست
چہ و صفت کند سعدی ناتمام — علیک الصلوۃ ای نبی السلام''

(بوستانِ سعدی،ص11 تا13،مطبوعہ تہران)

مخالفین نے تیرہ آیاتِ قرآنی پیش کیں اوران آیات سے جواستدلال چاہا اسے خودان کے اپنے بڑوں سے بھی کوئی تائید نہیں ملی۔اس تحریر میں جواباً چالیس آیات قرآنی پیش کرر ہا ہوں،ان شاء اللّٰہ اس کے بعد چالیس احادیث پیش کروں گا اوران سب کے بیان میں خود مخالفین سے اسی مؤقّف کی تائید ہوگی جو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے نعت رسول میں پیش کیا ہے۔

آیاتِ قرآنی:

1- ﴿وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُم اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ لا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَ رَسُوْلُہٗ﴾ (توبہ9/59)

ترجمہ ازمحمود حسن دیوبندی:''اورکیا اچھا ہوتا اگروہ راضی ہوجاتے اسی پر جودیا ان کو اللّٰہ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کافی ہے ہم کو اللّٰہ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اوراس کا رسول۔''(ص:253)
اسی صفحے پر حاشیہ میں شبیراحمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں:''اور جو ظاہری و باطنی دولت خدا ور سول ﷺ کی سرکار سے ملے اسی پر مسرور ومطمئن ہو۔''(حمائل شریف مترجم ومحشی،مطبوعہ مدینہ پریس،بجنور،1355ھ)
اشرف علی تھانوی یوں ترجمہ کرتے ہیں:''اوران کے لیے بہتر ہوتا اگروہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللّٰہ نے اوراس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللّٰہ کافی ہے آئندہ اللّٰہ تعالی اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا اوراس کے رسول (ﷺ) دیں گے۔''(ص403،بیان القرآن)

2- ﴿وَمَا نَقَمُوْآ اِلآَّ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ﴾ (توبہ9/74)

ترجمہ ازمحمود حسن:''اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کردیا ان کو اللّٰہ نے اوراس کے رسول (ﷺ) نے اپنے فضل سے۔''(ص:257)

3- ﴿وَسَیَرَی اللّٰہَ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ﴾ (توبہ:9/94)

(ترجمہ)اور ابھی دیکھے گا اللّٰہ تمہارے کام اوراس کا رسول۔''(ص:261)

4- ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ﴾ (الحجرات:69/7)

ترجمہ ازاشرف علی تھانوی:''اور جان رکھو تم میں رسول اللّٰہ ہیں۔''(بیان القرآن)

5- ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (المنافقون:63/5)

ترجمہ ازمحمود حسن: ''اور جب کہیے ان کو آ ؤ معاف کرادے تم کو رسول اللّٰہ کا۔'' حاشیہ میں عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ''آ ؤ رسول اللّٰہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر اللّٰہ سے اپنا قصور معاف کرالو، حضور کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرمادے گا۔'' (ص:719)

6- ﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ (الکوثر:108/1)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے۔'' اور حاشیہ میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس خیر کثیر میں وہ حوض بھی داخل ہے جو اس نام سے مشہور ہے۔'' (بیان القرآن،ص1157)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''کوثر کے معنی ''خیر کثیر'' کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری......اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسّی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔'' (ص788،حاشیۂ قرآن،مطبوعہ بجنور)

7- ﴿وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (بقرہ:2/143)

ترجمہ ازمحمود حسن دیوبندی: ''اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔'' حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''ہم نے تم کو سب امتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ کیا تا کہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام اُمتوں کے مقابلے میں گواہ مقبول الشہادۃ قرار دیے جاؤ اور محمد رسول اللّٰہ ﷺ تمہاری عدالت وصداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی امتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوی کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی اس وقت آپ (ﷺ) کی اُمت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللّٰہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں ان کی صداقت وعدالت پر گواہ ہوں گے۔'' (ص27،حاشیۂ قرآن،مطبوعہ بجنور)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''اور ہووے گا یہ رسول تمہارے لیے گواہ...... کیوں کہ رسول بسبب نور نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک نور ایمان ان کا پہنچا ہے اور کون سا امر یعنی پردہ ترقی سے مانع ہوا ہے اسی لیے جو مناقب کہ صحابہ کرام اور بعض تابعین اور امام مہدی وغیرہ حاضرین وغائبین کے بیان فرمائے ہیں اور جو معائب حاضرین وغائبین کے فرمائے ہیں وہ سب واجب الیقین ہیں......معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ رسول گواہ ہے تمہارے لیے اس طور پر کہ واقف ہے تمہارے احوال پر۔'' (ص850،853/2،تفسیر عزیزی مترجم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

8. ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ

وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ (احزاب:33/45،46)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں اور اللّٰہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔'' حاشیہ میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''(حضور ﷺ کو خطاب ہے کہ) اے نبی (صلی اللّٰہ علیک وسلم) (آپ مشتے چند معترضین کے طعن سے مغموم نہ ہوں اگر یہ سُفَہاء آپ کو نہ جانیں تو کیا ہوا ہم نے تو ان بڑی بڑی نعمتوں اور رحمتوں کا جو کہ خطاب مومنین میں مذکورہ ہوئی ہیں آپ ہی کو واسطہ بنایا ہے اور آپ کے مخالفین کی سزا کے لیے خود آپ کا بیان کافی قرار دیا گیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں آپ سے ثبوت نہ لیا جاوے گا پس اس سے ظاہر ہے کہ آپ ہمارے نزدیک کس درجہ مقبول ومحبوب ہیں چنانچہ) ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ (قیامت کے روز اُمت کے اعتبار سے خود سرکاری) گواہ ہوں گے (کہ آپ کے بیان کے موافق ان کا فیصلہ ہوگا ﴿كَمَا قَالَ اِنَّآ اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ اور ظاہر ہے کہ خود صاحبِ معاملہ کو دوسرے فریق اہلِ معاملہ کے مقابلہ میں گواہ قرار دینا اعلیٰ درجہ کا اکرام اور عُلوِ شان ہے اس علو شان کا تو قیامت کے روز ظہور ہوگا) اور (دنیا میں جو آپ کی صفات کمال ظاہر ہیں......(کہ آپ کی ہر حالت طالبانِ انوار کے لیے سرمایۂ ہدایت ہے پس قیامت میں ان مومنین پر جو کچھ رحمت ہوگی وہ آپ ہی کی ان صفات بشیر ونذیر وداعی وسراج منیر کے واسطہ سے ہے......**ف** احقر کے نزدیک چراغ سے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو چراغ تک رسائی آسان ہے پھر چراغ سے ہر وقت نور حاصل کرنا ممکن ہے پھر سہل الحصول ہے پھر اس سے نور حاصل کرنے میں اکتساب اور قصد کو بھی دخل ہے پھر صحیح المزاج وصحیح البدن آدمی کو اس سے ناگواری کسی وقت نہیں پھر اس میں شان انہیں انیس ہونے کی بھی ہے اور ان سب صفات کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے زیادہ مناسبت ہے اور بعض نے سِرَاجًا مُّنِيْرًا سے آفتاب مراد لیا ہے کہ قولہ تعالیٰ وَجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا اھ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ ربط اوپر من جملہ انواع جلالت شان نبوی کے من جملہ اعظم مقاصد سورت ہے۔''

(بیان القرآن،ص829)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''پہلے جو فرمایا تھا کہ اللّٰہ کی رحمت مومنین کو اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ وہ اُجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنی میں ہو جو سورہ ''نوح'' میں فرمایا ﴿وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ (اللّٰہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت وہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہی سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو ومدغم ہوگئیں۔'' (ص550،حاشیہ قرآن)

-9 ﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلاً شَاهِدًا عَلَیْکُمْ﴾ (مزمل:73/15)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دیں گے۔''(ص1105)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ''ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتلانے والا تمہاری باتوں کا۔'' حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دے گا کہ کس نے اس کا کہنا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔''(ص746)

-10 ﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا﴾

(النساء:4/174)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''اے لوگو یقیناً تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے۔'' حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''اے (تمام) لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک (کافی) دلیل آ چکی ہے (وہ ذات مبارک ہے رسول اللہ ﷺ کی) اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور بھیجا ہے (وہ قرآن مجید ہے پس رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ذریعہ سے جو کچھ تم کو بتلایا جائے وہ سب حق ہے)۔''(بیان القرآن، ص217)

-11 ﴿فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا﴾ (البقرہ:144)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لیے آپ کی مرضی ہے۔'' حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''اور یہ طرز مسرت انگیز اس مقام کے کہ اس میں ایک حکم کی بنا آپ کی رضا پر بیان کی گئی ہے زیادہ مناسب ہے۔ (مراد یہ ہے کہ من جملہ احکام شرعیہ کے ایک حکم اور یہ مراد نہیں کہ یہاں کوئی دوسرا حکم مذکور ہے)۔ حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لیے اسی کو قبلہ مقرر کر دیا۔''(ص46)

12. ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی O وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾

(الضحیٰ:99/4-5)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ''اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا۔'' حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''یعنی آپ ﷺ کی پچھلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلی حالت کا تصوّر کیا جائے یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا جب کہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی

بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بے شمار درجہ بڑھ کر ہے۔ یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی اُمت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (ﷺ)۔''(ص778، حاشیہ قرآن)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''چنانچہ ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ اور بے شک پچھلی ہر حالت بہتر ہے تیرے واسطے اگلی معاملت سے یہاں تک کہ تیری بشریت اصلاً نہ رہے گی اور نورِ حق کا غلبہ ہمیشہ تجھ پر رہا کرے گا اور اگر آخرت کو بعد الموت کے احوال پر خیال کریں تو بھی بجا ہے آخرت کے دن آں حضرت ﷺ کی سرداری کا مرتبہ اور ان کی طرف سارے عالم کا رجوع لانا اور ان کی مبارک ذات کے چشمے سے بخشش اور فیضِ الٰہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور اوج موج میں ہوگا یہاں تک کہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے لوگ ان کی شفاعت کے محتاج ہوں گے اور ان کے جھنڈے کے تلے چھاؤں میں آرام پاویں گے اور ان کے حوضِ کوثر کے پانی سے سیراب ہوں گے اور مراتب اور مکانات بانٹ دینا ان ہی سے ہوگا یعنی جس کو جس لائق دیکھیں گے ویسے اس کو مرتبے اور منزلیں تقسیم کر دیں گے اور رَبُّکَ کے لفظ میں آں حضرت ﷺ کو بڑی تسلی ہے یعنی کہاں ہوسکتا ہے کہ جس خاوند (خداوند) نے تم کو اس مرتبے سے پرورش کیا ہو اور اپنی طرح بطرح کی تربیتیں تمہارے حق میں عنایت فرمائی ہوں اس حد تک کہ اپنے نور کی تجلّی بے واسطہ اور بے وسیلہ کسی مُرشِد اور پیغمبر کے تمہاری روح مبارک پر نازل کی ہو وہ تم کو چھوڑے اور جدا کرے یہ بات مجازی خاوندوں سے بھی بعید ہے چنانچہ مشہور ہے کہ اپنے نوازے اور سرفراز کیے ہوئے کو گرایا نہ چاہیے تو اس حقیقی خاوند کی کیا بات کہ جو ہر چیز کے پیدا ہونے کے پیشتر اس کے حوصلے اور اس کے عمل سمجھ بوجھ کر ہر ایک کو کسی مرتبہ اور منصب سے مختار اور مخصوص کرتا ہے...... ﴿وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی﴾ یعنی اور بے شک اور دیوے گا تجھ کو پروردگار تیرا اس قدر کہ تو راضی ہوگا اور اس سے تیری استعداد اور حوصلے کا جام بھرپور ہو جاوے گا اور کچھ آرزو اور خواہش باقی نہ رہے گی اور یہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکھتا ہے خصوصاً وہ مخاطب یعنی وہ پیغمبر جن کو وعدہ دیا ہے ایسے پیغمبر عالی شان ہیں ان کے حوصلے اور استعداد پر نظر کر کے دیکھا چاہیے کہ کس قدر اور کیسا کیا اتنی بخششیں اور عنایتیں ان کو دی جاویں گی تا محظوظ اور خوشنود ہوویں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت رسول اکرم ﷺ اصحابوں سے بولے کہ میں ہرگز راضی نہیں ہونے کا جب تک کہ اپنی اُمت سے ایک ایک آدمی کو بہشت میں داخل نہ کروں گا اور اس جناب رسالت مآب کے حق میں ان کی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتداء سے بہشت میں داخل ہونے تک جو جو الٰہی بخششیں اور عنایتیں عطا ہوئی ہیں اور ہوتی ہیں اور

ہوویں گی سو قیاس کے احاطے سے اور بیان کرنے کی حد سے باہر ہیں ان میں سے کچھ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے میں آتا ہے سمجھا چاہیے کہ جب کوئی کسی کو اپنے وسیلے رکھنے والوں سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہے تو اس کو بہت چیزوں سے پوشاک میں سواری میں بیٹھنے کی جگہ میں اور اس سوا اور احوال میں ممتاز فرماتا ہے تا اُس کا پیارا اپنا اور محبوبیت خاص و عام کی نظر میں جلوہ گر ہو جاوے اور آں حضرت ﷺ کو جو خصوصیتیں جناب اقدس الٰہی سے حاصل ہوئی ہیں سو دو قسم کی ہیں۔ پہلی وہ ہے جس میں پیغمبر بھی شریک ہیں لیکن آں حضرت ﷺ کو وہ نعمت سب سے آگے اور ان سب سے زیادہ دی ہے اس سبب سے ان کو سب سے ممتاز فرمایا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ان ہی کو مخصوص ہے اور خاصہ ان ہی کا ہے دوسرے کسی کو اس میں شراکت اور بہرہ نہیں اور یہاں مختصر کرنے کے سبب ان دونوں قسموں سے باہم ملا کے کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہوں تا کہ اس آیت کے معنی بہت اچھی طرح سے سُننے والوں کے ذہن میں گزریں اور دل نشین ہوویں ان خصوصیتوں سے جو رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک میں تھیں ایک یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے روبرو اور رات کے وقت اور اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسا دن کو اور روشنی میں اور آں حضرت ﷺ کے منہ مبارک کا لُعاب کھاری پانی کو میٹھا کرتا تھا اور شیر خورے بچوں کو اپنے منہ کے لُعاب سے ایک قطرہ چکھاتے تھے تو وہ بچے سارا دن پیٹ بھرے رہتے تھے دن بھر دودھ طلب نہ کرتے تھے چنانچہ عاشورے کے دن اہلِ بیت کے بچوں سے تجربہ ہوا ہے اور آں حضرت ﷺ کی بغلیں سفید رنگ اُجلی شفاف تھیں ان میں اصلاً بال کا نام نہ تھا اور آں حضرت ﷺ کی آواز اتنی دور جاتی تھی جو اوروں کی آواز اس کے دسویں حصے تک نہ جاتی تھی اور آپ کی آواز اتنی دور سے سُنتے تھے جو اوروں کی آواز اس پلّے سے نہ سُن سکتے تھے اور آں حضرت ﷺ کی آنکھیں سو جاتی تھیں اور دل جاگتا رہتا تھا اور آں حضرت ﷺ کو ساری عمر میں جمھائی نہ آئی اور کبھی احتلام نہ ہوا اور ان کے بدن مبارک کا پسینہ مُشک سے بہت خوشبودار تھا یہاں تک کہ اگر کسی راستے سے تشریف لے جاتے تو لوگ ان کے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جو اس ہوا میں پھیلی رہتی تھی معلوم کرتے تھے کہ آں حضرت ﷺ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں اور کسی آدمی نے ان کے جھاڑے (بول و براز) کو زمین پر نہ دیکھا تھا زمین پھٹ کر نگل لیتی تھی اور اس جگہ سے مُشک کی خوشبو نکلتی تھی اور آں حضرت ﷺ تولُّد کے وقت ختنہ کیے ہوئے ناف کٹے ہوئے اور پاک صاف کہ اصلاً ان کے بدن مبارک پر پلیدی کا اثر نہ تھا پیدا ہوئے اور زمین پر سجدہ کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے آئے اور ان کے تولُّد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی روشنی ہوئی جو ان کی ماں کو اس روشنی کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے ان کا جھولا جُھلاتے تھے اور چاند ان کے ساتھ بچپن کے وقت جھولے میں باتیں کرتا تھا اور جب اس کو اشارہ کرتے تو ان کی طرف جھکتا تھا اور بارہا جھولے میں

جھولتے کلام کیا ہے اور بادل ان پر ہمیشہ دھوپ کے وقت سایہ کرتا تھا اور اگر جھاڑ (درخت) کے تلے آتے جھاڑ کا سایہ ان کی طرف متوجہ ہوتا تھا اور ان کا سایہ زمین پر گرتا نہ تھا اور ان کی پوشاک پر مکھی نہ بیٹھی تھی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کی سواری کی مدّت تک لید اور پیشاب نہ کرتا تھا اور عالم ارواح میں جو اول پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جس نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بَلٰی کہا سو بھی آپ تھے اور معراج اور براق کی سواری بھی مخصوص آپ کو تھی اور آسمان پر جانا اور قَابَ قَوْسَیْن تک پہنچنا اور دیدارِ الٰہی سے مشرف ہونا اور فرشتوں کو ان کی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی طرح ان کے ہمراہ ہو کر لڑے یہ بھی خاصہ ان ہی کا ہے اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجائب معجزے بھی ان ہی کے ساتھ مخصوص ہیں اور قیامت کے دن جتنا ان کو ملے گا اتنا کسی اور کو نہ ملے گا اور جو پہلے قبر سے اٹھے گا سو بھی آپ ہوں گے اور جو پہلے بے ہوشی سے ہشیار ہو گا سو بھی آپ ہوں گے اور ان ہی کو حشر میں براق پر لاویں گے اور ستر ہزار فرشتے ان کے چوگرد ہوں گے اور ان ہی کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹھائیں گے اور مقامِ محمود سے مشرف کریں گے اور لواء الحمد یعنی الحمد کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں دیویں گے حضرت آدم اور ان کی تمام اولاد اس جھنڈے کے تلے ہوں گے اور سارے انبیاء اپنی اُمتوں سمیت ان ہی کے پیچھے چلیں گے اور پروردگار کا دیدار دیکھنا پہلے ان ہی سے شروع ہو گا اور ان ہی کو شفاعتِ عظمٰی سے مخصوص کریں گے اور پل صراط پر جو پہلے گزر کرے گا سو آپ ہی ہوں گے اور محشر کے ساری خلائق کو حکم ہو گا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو تا ان کی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللّٰہ عنہا پل صراط سے تشریف لے جاویں اور پہلے جو بہشت کا دروازہ کھولے گا سو آپ ہوں گے اور ان ہی کو قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے مشرف کریں گے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہے جو مخلوقات سے کسی کو میسر نہ ہوا اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ آں حضرت ﷺ قیامت کے دن جناب الٰہی سے قُرب و منزلت میں ایسے ہوں گے جیسے وزیر بادشاہ سے اور آں حضرت ﷺ سب شریعتوں میں جن چیزوں سے مخصوص ہیں سو بہت ہیں ان کی گنتی طول وطویل ہے ان میں سے یہ ہے کہ ان کو کافروں کی غنیمت کا مال حلال کیا، اور ان کے واسطے زمین کو مسجد بنا دیا یعنی جس جگہ چاہیں نماز پڑھیں اور ان کے واسطے زمین کی مٹی کو پاک کرنے والی کیا اور پانچ وقتوں کی نماز اور وضو اس طریق سے اور اذان، اقامت اور سورۂ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روز اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز میں ہے اور رمضان شریف اور شبِ قدر کی برکتیں کہ یہ سب ان ہی کے واسطے مخصوص ہیں اور یہ خصوصیتیں دریافت کرنے کو ظاہر نظر پہنچتی ہے اور آپ کی وے خصوصیتیں جو باطنی مراتِب کے بموجب ہیں اور وہ انوار اور وہ تجلیات جو روز بروز بڑھتے اور زیادہ ہو جاتے جاتے ہیں اور وہ احوالات اور مقامات جو ان کے امتیوں کو ان کی پیروی اور فرماں برداری کرنے کے طفیل حاصل ہوئے اور ہوتے ہیں اور قیامت تک حاصل ہوں گے اور وہ علوم اور

عرفان جوان کو عطا ہوئے ہیں سو بے انتہا ہیں اور اس ''وَلَسَوْفَ'' کی آیت میں، ان سب چیزوں کا اشارہ ہے یعنی یہ سب نعمتیں ملیں گی اس واسطے عطا کو خاص نہ کیا یعنی یہ کچھ اور اتنا کچھ نہ فرمایا۔''

(تفسیر عزیزی مترجم، 4/358 تا 363)

13- سورہ الم نشرح

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''جو نعمتیں کہ حق تعالی نے رسول اکرم ﷺ کو عنایت فرمائی ہیں دو قسم کی نعمتیں ہیں جو ظاہر آپ میں پائی جاتی تھیں اور سب عام و خاص ان کو جانتے تھے اور دیکھتے تھے۔ اور دوسری قسم کی نعمتیں ایسی تھیں کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے بھی پوشیدہ تھیں سو ان دونوں قسموں کی نعمتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تھا اسی واسطے حق تعالی نے اول قسم کو ''والضحیٰ'' میں اور دوسری قسم کو اس سورۃ میں بیان فرمایا تاکہ کسی طرح کا اس بات میں شبہ اور دھوکا باقی نہ رہے اور یہ بھی ہے کہ وے نعمتیں کے آں حضرت ﷺ کے واسطے خاص تھیں ان کی دو قسمیں تھیں پہلی وہ قسم جو آپ کے ظاہر سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری قسم وہ جو آپ کے باطن سے علاقہ رکھتی تھی سو ''سورۂ والضحیٰ'' میں پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورۃ میں دوسری قسم کا تو گویا ایک سورۃ آں حضرت ﷺ کے خصوصیات ظاہری کے بیان میں ہے اور دوسری سورۃ آں حضرت ﷺ کے خصوصیات باطنی کے شمار میں ہے اور ظاہر اور باطن میں جو فرق ہے سو اظہر من الشمس ہے اور اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب بعضے مُفسِّروں نے ایسا بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے درگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلّت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسی علیہ السلام کو کلیمی کے خلعت سے نوازا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا لوہا اور پہاڑوں کو فرماں بردار کر کے ممتاز کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنوں اور آدمیوں کی سلطنت دے کر اور آگ اور ہَوا کو ان کا فرماں بردار کر کے سرفراز کیا میرے واسطے کون سی چیز خاص کی تو نے؟ اس سوال کے جواب میں حق تعالی نے یہ سورۃ نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال معراج کے ہونے سے پہلے ہوا ہو، اِس واسطے کے بعد معراج کے ایسی نعمتیں مخصوص جنابِ رسالت مآب ﷺ کو عنایت ہوئیں کہ کسی نبی کو انبیاؤں سے عشر عشیر اس کا حاصل نہ ہوا تھا اور ''سورۂ الم نشرح'' کے نکتوں (یعنی باریک باتوں کے) سے ایک یہ بھی ہے کہ آں حضرت ﷺ کو حق تعالی نے یہ مرتبہ یعنی شرحِ صدر کا بدون طلب کرنے کے عنایت فرمایا اور موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب الٰہی سے کہ ''رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ'' تو بھی یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا بموجب ہندی مصرع کے **ع** بن مانگے موتی ملیں مانگے نہ ملے نہ بھیک۔ چنانچہ اس قصے سے جوان سے اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام سے واقع ہوا تھا یعنی داڑھی کا کھینچنا بڑے بھائی کی یہ بات ظاہر ہے جو اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اس بات کی

طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالی کی عنایت سے بے چاہے اور بے درخواست آدمی کے ہوتا ہے اس کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہے اور اس سورۃ کا نام ''سورۂ الم نشرح'' اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورۃ کا مضمون کلام محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کی اصل اور جڑ پر قرار واقعی دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہے کہ آں حضرت ﷺ کا صدر معنوی جس کی تفصیل آگے آنی ہے کشادہ اور وسیع ہو کہ تجلیاتِ الٰہی کی روشنیوں سے پُر ہو جاوے۔'' (تفسیر عزیزی مترجم، 4/375 تا 376)

مزید فرماتے ہیں: ''علی الخصوص شرحِ صدرِ مصطفوی کو کہ کسی بشر کو ممکن نہیں ہے کہ قرار واقعی اس کو دریافت کر سکے اس واسطے کہ آپ کے کمال کا مرتبہ کہ نبوت کا خاتمہ ہے کسی کو حاصل نہیں ہے تو آپ کے مرتبے کی پہچان بھی کسی کو حاصل نہ ہوگی۔ ولنعم ماقیل یعنی کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے۔ قطعہ

یاصاحبَ الجمالِ ویا سیّدَ البشر   من وجھک المنیر لقد نوّر القمر
لا یُمْکن الثّناءُ کما کان حقّہ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یعنی، اے صاحبِ جمال اور اے سردار آدمیوں کے تیرے چہرۂ روشن سے تحقیق روشن ہوا ہے چاند۔ نہیں ممکن ہے تعریف کرنا جیسا کہ لائق ہے ان کے۔ بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہے قصہ کوتاہ''۔

(تفسیر عزیزی مترجم، 4/378)

﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ﴾

اور بلند کیا ہم نے تیرے واسطے کو ذکر تیرا یعنی جب ان مرتبوں کے کمالوں کی جمعیت تجھ کو حاصل ہوئی کہ اُلوہیت کے مرتبے کا ظِل اور سایہ ٹھہرا اور اس جمعیت کے ساتھ منفرد اور طاق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالی کے ذکر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ اللّٰہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے یا کہتے ہیں کہ اللّٰہ اور رسول کا ایسا حکم ہے کہ اس کی فرماں برداری واجب ہے اور اسی پر اور باتیں قیاس کر لینا چاہیے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک روز آں حضرت ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے ذکر کو حق تعالی نے اپنے ذکر کے نزدیک کیا ہے اذان میں اور تکبیر میں اور التحیات میں اور خطبے میں اور کلمہ طیب میں اور کلمہ شہادت میں اور فرماں برداری کے کام میں جیسے کہ ﴿اِطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ اور گناہ کی حرمت میں جیسے کہ ﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلُہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا﴾ اب جاننا چاہیے کہ جس جگہ ذکر حق تعالی کا ہے اس جگہ رسول اللّٰہ کا بھی ذکر ہے''۔ (تفسیری عزیزی مترجم، 4/389)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا (یعنی علم بھی وسیع عطا فرمایا)...... اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا (یعنی اکثر جگہ شریعت میں

اللّٰہ تعالی کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک مقرون کیا گیا ہے کذا فی "الدر المنثور" مرفوعاً قال اللّٰہ تعالی: إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتُ مَعِيَ جیسے خطبہ میں تشہد میں نماز میں اور اللّٰہ کے نام کی رِفعت اور شہرت ظاہر ہے پس جو اس کے قرین ہوگا رِفعت وشہرت میں وہ بھی تابع ہوگا۔" (ص1145، بیان القرآن)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: "یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھ دار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللّٰہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ کی فرماں برداری کی تاکید کی ہے۔" (ص779، حاشیۂ قرآن)

14- ﴿وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ﴾ (الفتح:48/9)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: "اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔" حاشیہ میں لکھتے ہیں: "اوپر جن نعمتوں کا مسلمانوں پر ذکر تھا چوں کہ معطی حقیقی ان کا حق تعالی ہے اور واسطہ عطا جناب رسول اللّٰہ ﷺ ہیں، آگے اللّٰہ ورسول کے حقوق کا اور ان حقوق کے بجالانے والوں کی فضیلت کا اور نہ بجالانے والوں کی مذمت کا بیان ہے۔ (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو (اعمالِ اُمّت پر قیامت کے دن) گواہی دینے والا (عموماً) اور (دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لیے) بشارت دینے والا اور (کافروں کے لیے) ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے (اور اے مسلمانو ہم نے ان کو اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے) تاکہ تم لوگ اللّٰہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔" (ص986، بیان القرآن)

15- ﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (احزاب:39/6)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: "نبی (ﷺ) مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔" (ص816، بیان القرآن)

جناب محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں: "آیۃ کریمہ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کی کل تین تفسیریں ہیں۔ ایک "أَقْرَبُ اِلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ". دوسری أَحَبُّ اِلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِم. تیسری اَوْلٰى بِالتَّصَرُّفِ فِي الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِم."

(آب حیات، ص127، مطبوعہ مطبع قدیمی، دہلی، 1355ھ)

اس سے پہلے صفحہ 126 پر لکھتے ہیں: "اقربیت مذکورہ اس بات کو مقتضی ہے کہ حضرت سرور عالم صلعم (ﷺ) بہ نسبت ارواحِ مومنین اَوْلٰى بِالتَّصَرُّفِ مِنْ اَنْفُسِهِم ہوں اس لیے کہ تصرف کے لیے مالکیت ضرور ہے اور بوجہ اقربیت مذکورہ اور امور انتزاعیہ مسطورہ رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) مالک ارواح ہوں گے ارواح خود اپنی مالک نہ ہوں گی۔"

"معتقدانِ دینِ اسلام کو اس میں تامل نہ ہوگا کہ ہر نوع کے علوم میں خصوصاً معرفت ذات وصفات وتجلیات وعلوم اَسرارِ شریعت وطریقت ومبداء ومعاد میں رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) کا وہ رُتبہ ہے کہ دیدۂ وہم وخیال اہلِ کمال بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائے کہ آپ ان علوم سے مبرا ومعرا ہوں۔" (ص124)

"اَوْلٰى" کے صلہ میں اس آیت میں لفظ "مِنْ اَنْفُسِهِمْ" واقع ہے اور "مِنْ اَنْفُسِهِمْ" کی ضمیر مومنین کی طرف راجع ہے تو اب یہ معنی ہوئے کہ رسول اللّٰہ صلعم (ﷺ) مومنین کی نسبت ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" (ص84)

"اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ" جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی زیادہ نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت ان کی جانوں کے اعنی ان کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں جتنا نبی ان سے نزدیک ہے اصل معنی "اَوْلٰى" کے "اَقْرَبُ" ہیں اور جس کسی نے "اَحَبُّ" اور "اَوْلٰى بِالتَّصَرُّفِ" اس کی تفسیر میں کہا ہے وہ اس کے مخالف نہیں اور اس قسم کی اقربیت کو احبیت اور "اَوْلٰى بِالتَّصَرُّفِ" ہونا لازم ہے عِلّت محبوبیت اور اولویتِ تصرف یہی اقربیت ہے۔" (ص58)

یہی نانوتوی اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں لکھتے ہیں: "رسول اللّٰہ ﷺ کو اپنی اُمّت کے ساتھ وہ قرب حاصل ہے کہ ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیوں کہ "اَوْلٰى" بمعنی "اَقْرَبُ" ہے اور اگر بمعنی "اَحَبُّ" "ایا اَوْلٰى بِالتَّصَرُّفِ" ہو تب بھی یہی بات لازم آئے گی کیوں کہ احبیت اور اولویت بالتصرف کے لیے اقربیت تو وجہ ہوسکتی ہے پر بالعکس نہیں ہوسکتا۔" (ص10، مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند)

جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: "مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ہوئے۔ بنا بریں مومن (من حيث هو مؤمن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لیے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیش تر اس کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے...... پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: کہ نبی نائب ہے اللّٰہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے۔" (ص542-543، حاشیۂ قرآن)

16- ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

(احزاب:39/36)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: اور کسی ایمان دار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ ان کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار رہے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔" حاشیہ میں لکھتے ہیں: "گو وہ دنیا ہی کی بات کیوں نہ ہو......یعنی اس اختیار کی گنجائش نہیں رہتی کہ خواہ کریں یا نہ کریں بلکہ عمل ہی کرنا واجب ہوتا ہے اور جو شخص (بعد حکم وجوبی کے) اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔

(ص827، بیان القرآن)

17- ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:4/80)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا۔" حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: "آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالی آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گا وہ بے شک ہمارا تابع دار ہے۔" (ص116)

18- ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء:6/65)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "سو قسم ہے تمہارے ربّ کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی مُنصِف جانیں۔ اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے۔ پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔" حاشیہ میں عثمانی لکھتے ہیں: "یعنی منافق لوگ کس بے ہودہ خیال میں ہیں اور کیسے بے ہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہیے ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں مُنصِف اور حاکم نہ مان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کر لیں گے اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔" (ص113، حاشیۂ قرآن)

19- ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ (توبہ:9/103)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "اور دعا دے ان کو بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے۔" حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: "صدقہ کرنے والوں کو حضور دعائیں دیتے تھے جن سے دینے والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا۔ بلکہ آپ کی دعا کی برکت دینے والے کی اولاد در اولاد تک پہنچتی تھی۔ اب بھی ائمہ کے نزدیک مشروع ہے کہ جو شخص صدقہ لائے امام مسلمین بحیثیت وارث نبی ہونے کے اس کے لیے دعا کرے۔

البتہ جمہور کے نزدیک لفظ "صلوۃ" کا استعمال نہ کرے جو حضور کا مخصوص حق تھا۔" (ص263، حاشیۂ قرآن)

20- ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلَ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:٦٤)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: "اور اگر وہ لوگ جس وقت انہوں نے اپنا بُرا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔" (ص113)

محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں: "کیوں کہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیوں کہ ہو آپ کا وجود تربیت تمام اُمّت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے اُمتیو ں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی مقصود ہے کہ آپ (ﷺ) قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہلِ عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیۃ "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ" کے دونوں جملے جدی جدی (جدا جدا) آپ (ﷺ) کی حیات پر ایسی دلالت کرتے ہیں کہ انشاء اللہ قرآن کے ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں۔" (آب حیات، ص40)

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: "اور "جاؤک" (آپ کے پاس آتے) یہ عام ہے خواہ حیات میں ہو یا بعد الممات ہو۔" (میلاد النبی ﷺ، ص145)

21- ﴿وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (الاعراف:7/157)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: "اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتلاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔ (ص351)

22- ﴿وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (توبہ:9/29)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: "اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالی نے اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے۔" (ص394)

"اسلام اور عقلیات" (مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، لاہور، 1977ء) کے ص94 پر اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: "عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَمَرْتُكُمْ بِهٖ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (ابن ماجہ جلد1) یعنی فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ جس بات میں تم کو حکم دوں اس کو کرو اور جس بات سے منع کروں اس سے باز رہو...... یہ اوامر و نواہی علاوہ تصریحات قرآنی کے ہیں۔

حدیث جو بہت صریح ہے عن المقدام بن معدیکرب الکندی أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : يُوْشِكُ الرَّجُلُ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثٍ مِنْ حَدِيْثِيْ فَيَقُوْلُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ

اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ، فَمَا وَجَدْنَا فِیْہِ مِنْ حَلاَلَ اسْتَحْلَلْنَاہُ ، وَمَا وَجَدْنَا فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ حَرَّمْنَاہُ ، اِلَّاوَأَنَّ مَاحَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مِثْلَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ (☆)(رواہ ابن ماجہ) مقدام بن معدی کرب (رضی اللّٰہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول اللّٰہ ﷺ نے کہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی اپنی مسند پر اکڑ کر بیٹھا ہُوا ہو اور اس کے سامنے میری کوئی حدیث بھی جاوے تو وہ یوں کہنے لگے کہ ہمارے تمہارے درمیان کتاب اللّٰہ (قرآن) موجود ہے۔ہم جو چیز اس میں حلال پائیں گے اس کو حلال سمجھیں گے اور جو اس میں حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔آگاہ ہونا چاہیے کہ جس چیز کو اللّٰہ کے رسول (ﷺ) نے حرام کیا وہ بھی اللّٰہ کی حرام کی ہوئی چیز کی طرح حرام ہے۔''

کتاب ''فضائل حج'' (مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور، کراچی) میں محمد زکریا کاندھلوی حدیث نقل کرتے ہیں: ''حضور (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ مدینہ منورہ کے دونوں جانب جو کنکریلی زمین ہے اس کے درمیانی حصہ کو مَیں حرام قرار دیتا ہوں .... جو شخص مدینہ طیبہ کے قیام کی مشکلات کو برداشت کر کے یہاں قیام کرلے گا مَیں قیامت کے دن اس کا سفارشی یا گواہ بنوں گا۔ف اس حدیث شریف میں کئی مضمون ہیں اور ہر مضمون بہت سی مختلف روایات میں وارد ہوا ہے۔اول یہ ہے کہ مَیں مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔مدینہ منورہ کے دونوں جانب پتھریلی زمین ہے ان دونوں کے درمیانی حصے کا مطلب یہ ہے کہ تمام مدینہ اور اس کے قریب کی زمین کو حرام قرار دیتا ہوں۔''بخاری شریف'' اور ''مسلم شریف'' کی حدیث میں حضرت علی (رضی اللّٰہ عنہ) سے حضور (ﷺ) کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جبل عیر اور جبلِ ثور کے درمیانی حصہ کو حرام قرار دیتا ہوں ......حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جگہ محترم اور حرم کے حکم میں ہے نہ اس جگہ شکار کیا جائے نہ یہاں کا خودرَو گھاس کاٹا جائے جیسا کہ مکہ مکرمہ کے حرم میں یہ چیزیں ناجائز ہیں ایسے ہی حضور اکرم ﷺ نے یہاں کے متعلق بھی ارشاد فرمایا۔''

''سفارشی یا گواہ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''بعض روایات میں ''یا'' کے بجائے ''اور'' کا لفظ آیا ہے کہ مَیں ان کے لیے سفارشی اور گواہ ہوں گا۔اس روایت کے مطابق سب کے لیے دونوں چیزیں جمع ہوگئیں اور یہ سفارش اور شہادت جو ان حضرات کے لیے ہوگی وہ عام مومنین کے لیے سفارش اور شہادت کے علاوہ خصوصی ہوگی جو اہلِ مدینہ کے اعزاز واکرام پر دلالت کرتی ہے......'' (ص211،216)

23. ﴿وَ اِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ O وَاِنَّ لَکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ (القلم:68/3،4)

(ترجمہ از محمود حسن) اور تیرے واسطے بدلا ہے، بے انتہا اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر۔حاشیہ میں شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''قریب ہے کہ قلم اور اس کے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ کے ذکرِ خیر اور آپ کے لیے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کر ہمیشہ کے لیے روشن رکھیں گی ......ایک وقت آئے گا جب

ساری دنیا آپ کو حکمت و دانائی کی داد دے گی اور آپ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجمالی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الآزال میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کسی کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اس کے ایک شوشہ کو مٹا سکے، آپ غمگین نہ ہوں۔ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر محدود فیض ہدایت بنی نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر وثواب آپ کو یقیناً ملنے والا ہے......پھر جس کا مرتبہ اللّٰہ کے ہاں اتنا بڑا ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پرواہونی چاہیے......اللّٰہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ کو پیدا فرمایا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق و ملکات کا تصوّر کیا جا سکتا ہے......آپ کی زبان قرآن ہے اور آپ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تصویر۔قرآن جس نیکی جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ میں فطرۃً موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ طبعًا اس سے نفور و بیزار ہیں۔پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حدِ تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی۔(ص:732، مطبوعہ بجنور) اسی صفحے پر عثمانی صاحب لکھتے ہیں جس ہدایت کے سب چشمے خشک ہو چکے، اس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد ﷺ کی صورت میں جاری کر دینا بھی اسی رحمان مطلق کا کام ہوسکتا ہے......(ص:732)۔معترضین سے عرض ہے کہ ''تفسیر عزیزی'' مؤلفہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی میں سورۂ نون والقلم کی ابتدائی آیات کی تفسیر ضرور ملاحظہ کریں۔

24- ﴿عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا﴾ (یوسف:21/10)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے۔'' حاشیہ: ''جیسا پروردہ لوگ اپنے کام آیا کرتے ہیں۔'' (ص479، بیان القرآن)

25- ﴿عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا﴾ (القصص:28/9)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچا دے۔''

26- ﴿وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ﴾ (البقرہ:2/164)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''اور جہازوں میں جو کہ سمندروں میں چلتے ہیں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر۔'' (ص51، بیان القرآن)

27- ﴿وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَھَا لَکُمْ فِیْھَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْھَا تَاکُلُوْنَ﴾ (النحل:16/5)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''اور اسی نے چوپایوں کو بنایا ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے

اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے کھاتے بھی ہو۔'' حاشیہ: ''چنانچہ بعضے جانوروں کی کھال کا پوستین اور بال کا کمبل بنتا ہے، کسی کا دودھ پیا جاتا ہے، کسی پر سوار ہوتے ہیں کوئی ہل میں چلایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔''(ص533)

28- ﴿وَ لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ کَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاکُلُوْنَ﴾ (المومنون:23/21)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو۔'' حاشیہ: ''کہ ان کے بال اور اُون کام آتی ہے، بار برداری کے قابل ہیں...... طور کی تخصیص زیتون کے ساتھ بوجہ کثرت منافع کے ہے۔''(ص673، بیان القرآن)

29- ﴿وَ لَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ط اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ﴾ (یٰس:36/73)

ترجمہ از تھانوی: ''اور ان میں ان لوگوں کے اور بھی نفع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے۔'' حاشیہ: ''ان کے کام میں لانے سے کام دیتے ہیں، بال کھال ہڈی وغیرہ مختلف طریقوں سے استعمال میں آتے ہیں......۔''(ص869، بیان القرآن)

30- ﴿وَ لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِکُمْ الآیة﴾ (مومن:40/80)

ترجمہ از تھانوی: ''اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے۔'' حاشیہ: ''جیسے کسی سے ملنے جانا تجارت کے لیے جانا وغیرہ وغیرہ۔''

(ص921، بیان القرآن)

31- ﴿وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ الآیة﴾ (الحدید:57/25)

ترجمہ از تھانوی: ''اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔'' حاشیہ: ''تاکہ اس کے ذریعہ سے عالم کا انتظام رہے کہ ڈر سے بہت سی بے انتظامیاں بند ہو جاتی ہیں...... اکثر آلات میں لوہے کا خرچ ہے۔ لوہا جہاد میں بھی کام آتا ہے تو یہ بھی اخروی نفع ہوا۔''(ص1041، بیان القرآن)

32- ﴿لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا ط الآیة﴾ (النساء:4/11)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''تم پورے طور پر نہیں جان سکتے کہ ان میں کا کون سا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک ہے۔'' حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''ف دنیوی نفع مثلاً یہ کہ فلاں وارث ہماری خوب خدمت کرے گا اکثر اوقات وہ دغا دے جاتا ہے اور دوسرا شخص مخلص جستراً للّٰہ یا محبت کی وجہ سے زیادہ خدمت کیا کرتا ہے۔ اور اخروی نفع یہ کہ ہم کو یہ ثواب بخشا کرے گا یا آخرت میں شفاعت کرے گا......۔''

(ص162، بیان القرآن)

33- ﴿وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ ط الآیة﴾ (الرعد:13/17)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے۔'' حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے۔''(ص503، بیان القرآن)

34- ﴿وَ سَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ج وَ سَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْهٰرَ O وَ سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ج وَ سَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ﴾ (ابراہیم:14/32،33)

ترجمہ از تھانوی: ''اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی کو مسخر بنایا تاکہ وہ خدا کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو مسخر بنایا اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو مسخر بنایا جو ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو مسخر بنایا۔(ص519، بیان القرآن)

35- ﴿وَ هُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا الآیة﴾ (النحل:16/14)

(ترجمہ) ''اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ۔''

(ص534، بیان القرآن)

36- ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ الآیة﴾ (الحج:22/65)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''کیا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو۔''(ص667، بیان القرآن)

37- ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ O وَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ﴾ (الجاثیہ:45/12-13)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ''اللّٰہ وہ ہے جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو کہ چلیں اس میں جہاز اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو اور کام میں لگایا تمہارے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں سب کو اپنی طرف سے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں۔''(ص648)

38- ﴿وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَ ط وَ کُنَّا فٰعِلِیْنَ O وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّکُمْ لِتُحْصِنَکُمْ مِّنْ م بَاْسِکُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰکِرُوْنَ O وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَی الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا ط وَ کُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ O وَ مِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ یَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِکَ وَ کُنَّا

لَهُمْ حٰفِظِيْنَ﴾ (الانبیاء:21/79 تا82)

ترجمہ از تھانوی: ''اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔ اور ہم نے ان کو زرہ کی صنعت تم لوگوں کے واسطے سکھلائی تا کہ وہ تم کو ایک دوسرے کی زد سے بچائے سو تم شکر کرو گے بھی۔ اور ہم نے سلیمان کا زور کی ہوا کو تابع بنایا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں اور بعضے بعضے شیطان (جن) ایسے تھے کہ سلیمان کے لیے غوطے لگاتے تھے اور وہ اور اور کام بھی اس کے علاوہ کیا کرتے تھے اور ان کے سنبھالنے والے ہم تھے۔'' (ص646،647، بیان القرآن)

39- ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ O وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ O وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ O هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (صٓ:38/36 تا39)

ترجمہ از اشرف علی تھانوی: ''سو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا تا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لیے غوطہ خوروں کو بھی۔ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (اور ہم نے یہ سامان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں۔'' (بیان القرآن، ص888)

حاشیہ از شبیر احمد عثمانی: ''یعنی جن ان کے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لیے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔'' (ص591)

''حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ بدون آگ اور آلات صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں فروخت کرتے...... حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا تخت تھا جو فضا میں اڑتا۔ ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللّٰہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا تھا، ایک مہینا کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی تھی...... بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیاطین سے تعبیر فرمایا ہے معمولی قلیوں اور خدمت گاروں کی طرح ان کے کام میں لگے رہتے تھے...... بڑے بڑے محل مسجدیں اور قلعے جنات تعمیر کرتے...... تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض و تالاب اور دیگیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔'' (ص556)

شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''یعنی بعض پتھروں سے بڑا نفع پہنچتا ہے کہ انہار اور پانی بکثرت ان سے جاری ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے پانی کم نکلتا ہے اور اول قسم کی نسبت نفع کم ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے

کسی کو نفع نہ پہنچے مگر خود ان میں ایک اثر اور تاثر تو موجود ہے......'' (ص15، حاشیۂ قرآن)

''عالم کی تمام چیزیں اسی لیے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے منتفع ہو کر خالق جل وعلا کی عبادت، فرماں برداری اور شکر گزاری میں مشغول ہو۔ اس اعتبار سے دنیا کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین و مطیعین ہی کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔'' (ص199، حاشیۂ قرآن)

40- ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ق وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج الاية﴾ (الحشر:59/7)

ترجمہ از محمود حسن دیوبندی: ''اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔''

حاشیہ از شبیر احمد عثمانی: ''جو ملے لے لو۔ جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح اس کے تمام احکام اور اوامر و نواہی کی پابندی رکھو۔'' (ص709) اور تھانوی بیان القرآن میں لکھتے ہیں: ''اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال واحکام میں بھی۔'' (ص1052) اور ص1051 پر لکھتے ہیں: ''اور اللّٰہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے پس وہ جس طرح چاہے دشمنوں کو مغلوب کرے اور جس طرح چاہے اپنے رسول کو اختیار اور تصرف دے۔''

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''اور آں حضرت ﷺ کی بخشش اور داد و دہش مانگنے والوں پر یہاں تک تھی کہ کبھی ''لا'' یعنی نہیں آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلی چنانچہ ''صحیح بخاری'' میں جابر رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ سے کسی نے کوئی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپ نے اس کے جواب میں ''لا'' فرمایا ہو جیسا کہ فرزدق شاعر اس مضمون کو مبالغے کے طور اس شعر میں نظم کر کے کہتا ہے۔

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِيْ تَشَهُّدِهٖ — لَوْلَا التَّشَهُّدَ كَانَتْ لَاؤُهٗ نَعَمُ

(ترجمہ) نہ بولے لا کبھی ہرگز مگر اپنے تشہد میں — تشہد گر نہ ہوتا تو وہ لا ان کا نعم ہوتا''

(تفسیر عزیزی، ص372/4)

''الشہاب الثاقب'' (مطبوعہ راشد کمپنی، دیوبند) کے ص47 پر حسین احمد ٹانڈوی (مدنی) صدر مدرس دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: ''یہ جملہ حضرات (اکابر دیوبند) ذات حضور پُرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضاتِ الٰہیہ ومیزابِ رحمت غیر متناہیہ اعتقاد کیے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو اور کسی قسم کی، ان سب میں آپ (ﷺ) کی ذات پاک ایسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہے یہی معنی لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ اور اَنَا نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ وغیرہ کے ہیں اس احسان وانعام عام میں جملہ عالم شریک ہے۔''

ص54 پر لکھتے ہیں: ''یہ جملہ حضرات ذاتِ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کو باوجود افضل الخلائق وخاتم النبیین ماننے کے آپ کو جملہ کمالات کے لیے اہلِ عالم کے واسطے واسطہ مانتے ہیں یعنی جملہ کمالات خلائق علمی ہوں یا عملی، نبوت ہو یا رسالت، صدیقیت ہو شہادت، سخاوت ہو یا شجاعت، علم ہو یا مروت، فتوت ہو یا وقار وغیرہ وغیرہ سب کے ساتھ اولاً بالذات آپ کی ذات والا صفات جناب باری تعالی عزشانہ کی جانب سے مُتّصِف کی گئی اور آپ کے ذریعہ سے جملہ کائنات کو فیض پہنچا جیسے کہ آفتاب سے نور قمر میں آیا اور قمر سے نور ہزاروں آئینوں میں بلکہ وجود جو کہ اصل جملہ کمالات کی ہے اس کی نسبت بھی ان حضرات (اکابر دیوبند) کا یہی عقیدہ ہے۔''

مزید لکھتے ہیں: ''کمالات روحیہ میں کوئی شخص حضرت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے مماثل اور مقارب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے اور درحقیقت کمالات تو کمالات روحی ہی ہیں جیسا کہ حقیقت انسان روح ہے اور یہ جسم خاکی تو قالب اور غلاف آدمی ہے۔ مدار فضائل کا عقلاء کے نزدیک انہیں کمالات روحی پر ہے جسمی پر نہیں۔ پس اعتبار جسم اطہر کے اگرچہ آپ (ﷺ) اولاد آدم اور بنی آدم ہیں لیکن باعتبار روح کے آپ سب کے امام اور باپ ہیں باوجود اس کے بہ نسبت حضرت علیہ السلام کے جملہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ان کو کمالات جسمیہ میں بھی خلائق میں یکتائی تھی اور ہے۔'' (ص54،55)

''یہ حضرات (دیوبند) فرماتے ہیں کہ علم احکام وشرائع وعلم ذات وصفات وافعال جناب باری عزاسمہ واسرار حقانی کونیہ وغیرہ وغیرہ میں حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ رتبہ ہے کہ نہ کسی مخلوق کو نصیب ہُوا اور نہ ہوگا۔ علم اور ماسوا اس کے جتنے کمالات ہیں سب میں بعد خداوند کریم عزاسمہ مرتبہ حضور علیہ السلام کا ہے علوم اولین وآخرین سے آپ مالا مال فرمائے گئے ہیں کوئی بشر کوئی مَلک کوئی مخلوق آپ کے ہم پلہ اور دیگر کمالات میں نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ آپ سے افضل ہو۔'' (ص67)

مزید لکھتے ہیں کہ: ''انبیاء علیہم السلام جیسے افضل ترین خلائق اور اشرف مخلوقات ہیں ایسے ہی ان کے علوم بھی نہایت اعلی درجہ کے مطابق واقع کے صحیح صحیح ہیں اور کیوں کر نہ ہو آخر نبوت بھی تو کمالات علمی میں سے ہے...... پھر حضرت رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام تو اس کلام میں مرکز ہیں جملہ کمالات انبیاء علیہم السلام کے واسطے ذات والا صفات حضور علیہ الصلوۃ والسلام منبع اور واسطہ ہورہی ہے پس جو کچھ فیوضات کمالات علمیہ کے انبیاء عظام اور اولیاء کرام پر ہوتے ہیں وہ سب آپ (ﷺ) میں اولاً بالذات عطیہ ہوئے اور دوسروں میں ثانیاً و بالعرض پس آپ مصداق اعطی علم الاولین والاخرین اور اعلم الخلائق قاطبۃ ہوئے کوئی ادنی شخص بھی حضور علیہ السلام کے اعلم الخلائق قاطبۃ بالذات والصفات وافعالہ تعالی اور حکم و اسرار وکلیات کونیہ وغیرہ ہونے میں شک نہیں کرسکتا چہ جائے کہ اس کے خلاف کا منعقد ہو۔'' (ص90)

واضح طور پر وہ لکھتے ہیں: ''حضرت رسول مقبول علیہ السلام کے علم کمالی کو اگر کوئی شخص ذاتی قرار دے گا بے شک بوجہ مشارکت بصفۃ اللّٰہ تعالی مشرک ہوگا اور اگر غیر ذاتی بلکہ باعطاء اللّٰہ سبحانہ تعالی اعتقاد کرے گا ہرگز مشرک نہ ہوگا۔'' (ص94)

اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

''اس شبہ کا جواب کہ تقدیر کس طرح بدل سکتی ہے؟

حضرت مُجدِّد صاحب قدس اللّٰہ سرہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک بزرگ صاحبِ سلسلہ تھے، جن سے بہت فیض جاری تھا۔ مگر حضرت مُجدِّد صاحب کو ان کی بابت مکشوف ہوا کہ اس کا خاتمہ شقاوت پر ہوگا۔ پس حضرت مُجدِّد صاحب یہ دیکھ کر تڑپ ہی تو گئے۔ آپ کے دل نے گوارا نہ کیا کہ میرے رسول کی امت کا ایک شخص شقی ہو کر مرے۔ اور وہ شخص بھی کیسا جس سے ہزاروں کو دین کا فیض ہو رہا ہے۔ آپ نے (ارادہ کیا کہ) اس کے لیے دعا کرنا چاہیئے۔ مگر ڈرے کہ اس میں حضرت حق کی مزاحمت نہ ہو کہ تقدیر مکشوف ہونے کے بعد اس کے خلاف کی دعا کرتا ہے۔ مگر پھر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا مقولہ یاد آیا کہ مَیں وہ شخص ہوں کہ حق تعالی سے کہہ کر شقی کو سعید کرا سکتا ہوں۔ اس پر مُجدِّد صاحب کی بھی ہمت ہوئی۔ معلوم ہوگیا کہ ایسی دعا کرنا خلافِ ادب نہیں۔ چناں چہ پھر تو آپ نے اس کے لیے بہت دعائیں کیں۔ اور پوری کوشش کی کہ کسی طرح اس شخص کی شقاوت کو مبدل بہ سعادت کر دیا جائے۔ حتی کہ آپ کو مکشوف ہوگیا کہ حق تعالی نے اس کو سعید کر دیا۔ تب آپ کو چین آیا۔ تو دیکھئے مُجدِّد صاحب نے اس شخص کے حق میں در پردہ کتنا بڑا احسان فرمایا مگر اس شخص کو خبر بھی نہ تھی۔ اسے کچھ معلوم بھی نہ تھا کہ میرے واسطے کسی شخص کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ راتوں کو نیند اس کی اُڑ گئی ہے۔ خیر یہ واقعہ تو ہوگیا۔ مگر اس پر یہ شُبہ ہوتا ہے کہ تقدیر کس طرح بدل گئی جس کے متعلق ارشاد ہے ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ﴾ حضرت مُجدِّد صاحب نے اس شبہ کا جواب بھی خود ہی دیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض امور کے متعلق لوح محفوظ میں اطلاق ہوتا ہے اور واقعہ میں وہ کسی قید کے ساتھ مقید ہوتے ہیں مگر وہ قید لوح محفوظ میں مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہ علم الٰہی میں ہوتی ہے۔ تو اس شخص کے متعلق لوح محفوظ میں تو صرف اتنا ہے تھا کہ اس کا خاتمہ شقاوت پر ہوگا مگر علم الٰہی میں اس کے ساتھ ایک قید تھی۔ یعنی بشرطیکہ کوئی مقبول بندہ اس کے لیے دعا نہ کرے سو یہ واقعہ تقدیر کے خلاف نہیں ہوا کیوں کہ اصل میں علم الٰہی کا نام ہے اسی لیے یہ حضرات اُمّ الکتاب کی تفسیر علم الٰہی سے کرتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں تغیّر وتبدّل کبھی نہیں ہوسکتا۔ پس دراصل اُمّ الکتاب وہی ہے گو لوح محفوظ بھی کتاب المحو والاثبات کے اعتبار سے اُمّ الکتاب ہے۔ کیوں کہ لوح محفوظ میں اتنا تغیّر وتبدّل نہیں ہوتا جتنا کہ کتاب المحو والاثبات میں ہوتا رہتا ہے۔ مگر فی الجملہ تغیّر اس میں ہوسکتا ہے اور ہو جاتا ہے اور جو تقدیر علم الٰہی کے درجے میں ہے

اس میں اس کا اصلاً احتمال نہیں پس حقیقت کے اعتبار سے اُمّ الکتاب وہی ہے......'' (اشرف الجواب کامل، ص 512، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان 1984ء)

اسی کتاب کے ص 594 پر تھانوی لکھتے ہیں: ''اور حضور (ﷺ) کی شان یہ ہے کہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ اِنِّیۡ اَرٰی رَبُّکَ یُسَارِعُ فِیۡ ھَوَاکَ کہ مَیں خدا تعالیٰ کو دیکھتی ہوں کہ آپ کو خواہش کو بہت جلد پورا کر دیتے ہیں اور بھلا حضور کی یہ شان کیوں نہ ہو، جب ادنیٰ ادنیٰ مقبولین کی یہ شان ہے کہ تو ؎

چنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　　می دہد یزداں مراد متقین''

بیان القرآن کے ص 509 پر جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''قولہ تعالیٰ: ﴿یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثۡبِتُ وَعِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ﴾ بعض نے اس کی سعادت وشقاوت پر محمول کیا ہے اور بعض سلف سے ایسی دعا منقول بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دفترِ ملائکہ سے تو یہ محو ممکن ہے مگر علم الٰہی سے ممکن نہیں اور لوحِ محفوظ اگر علم الٰہی سے حاکی ہے تو اس میں تغیّر جائز نہیں اور اگر وہ ملائکہ کا دفتر ہے تو اس میں تغیّر ممکن ہے اور محفوظ کے معنی یہ ہوں گے کہ تغیّر خلق سے محفوظ ہے۔''

''فیوض الحرمین'' معہ اردو ترجمہ ''سعادت کونین'' (مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی) کے ص 70 پر حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''تحقیق شریف، کبھی منکشف ہوتا ہے عارف کو قضا ضرور متعلق ہے فلاں واقعہ کے ایجاد کرنے میں اس طرح اور اس طرح اور اس میں تقدیر مبرم ہے پھر وہ عارف دعا کرتا ہے اپنی کوشش ہمت سے اور دعا میں الحاح کرتا ہے یہاں تک کہ وہ قضا منقلب ہو جاتی ہے ایجاد میں دوسری طرح پر اور پاتا ہے اس کو حسب ارادہ، چنانچہ روایت ہے حضرت سیدی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بیان میں ایک سوداگر کی جو حضرت حماد رباس کے اصحاب میں تھا اور جیسا کہ واقع ہُوا جناب والد رضی اللہ عنہ سے بیچ قصہ مرزا ہدایت اللہ وغیرہ کے......اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثۡبِتُ وَعِنۡدَہٗۤ اُمُّ الۡکِتٰبِ﴾ اور محو وہ شے ہے جس کا نام رد قضا ہے قول آں حضرت ﷺ میں کہ اس کے پاس اصل کتاب ہے لَا یَرُدُّ الۡقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ پس کشف ہوتا ہے عارف پر وجود پر اس واقعہ کا اور تعبیر کرتا ہے اس کو قضائے مبرم پھر مصادم ہوتی ہے اس کو ہمت تو پھیر دیتی ہے اس کی طبیعت کے متن سے۔''

اور تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی کے یہ شعر بھی قابل توجہ ہیں ؎

''نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا پر نہ رُکا　　　اس کا جو حکم تھا تھا سیف قضائے مبرم
جدھر کو آپ مائل تھے اُدھر ہی حق بھی دائر تھا　　　مرے قبلہ مرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی''

(مرثیہ، مطبوعہ ساڈھورہ، ضلع انبالہ)

رسولِ کریم ﷺ کا ایک نام ''ماحی'' بھی ہے۔ جس کے معنی ہی ''مٹانے والا'' ہیں۔ ''مواہب لدنیہ'' امام قسطلانی کی مشہور کتاب ہے۔ ''بستان المحدثین'' میں حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''المواہب اللدنیہ'' بھی ان (امام قسطلانی) کی ہی تصنیف ہے جو اپنے باب میں لاثانی ہے۔'' (ص 203، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی) ''مواہب لدنیہ'' کا اُردو ترجمہ ''سیرت محمدیہ'' کے نام سے دیوبند ہی کے وابستگان نے کیا ہے۔ احمدیہ پریس، حیدر آباد دکن سے مطبوعہ اس کتاب کے ص 2/5 میں ہے: ''اور محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بہت نام ہیں مَیں محمد ہوں، مَیں احمد ہوں اور مَیں وہ ماحی ہوں کہ میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دے گا اور میں وہ حاشر ہوں کہ میرے آثار قدم پر آدمی حشر کیے جاویں گے اور مَیں عاقب ہوں (عاقب کا یہ معنی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا) اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔'' اسی صفحہ پر ہے: ''اور ''ماحی'' کا معنی یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کا اتباع کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے سیئات آپ کے سبب مٹا دیے۔''

''التکشف'' ص 544 میں تھانوی نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے: ''ھُمُ الۡقَوۡمُ لَا یَشۡقٰی جَلِیۡسُھُمۡ وہ (مقبولانِ الٰہی) ایسے لوگ ہیں کہ ان کا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔'' جب مقبولانِ الٰہی کے پاس صرف بیٹھنے سے تقدیر بدل جاتی ہے تو رسولِ کریم ﷺ کی شان کا اندازہ کیا جائے۔

''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' مترجم (مطبوعہ آرمی برقی پریس، دہلی، 1344ھ) میں حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی علیہ الرحمہ حدیث قدسی لکھتے ہیں: ''فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حدیث قُدسی میں یعنی نہیں نزدیکی کی، طرف میرے بندہ میرے نے ساتھ کسی چیز کے جو محبوب تر ہو طرف میرے فرائض میرے سے اور ہمیشہ میرا قُرب چاہتا ہے ساتھ نوافل کے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے، تو مَیں ہوتا ہوں اس کے کان جن سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھیں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں جن سے وہ چلتا ہے اور بخاری کی اس روایت کے سوا اوروں نے یہ بھی زیادہ روایت کیا ہے کہ اس کا دل جس سے وہ سمجھتا ہے اور اس کی زبان جس سے وہ کلام کرتا ہے۔''

''بخاری شریف'' میں موجود اس حدیث قُدسی نے محبوب بن جانے والوں کی یہ شان واضح کی ہے، اندازہ کیا جائے اس ہستی کی عظمت و مرتبت اور محبوبیت کا جس کی خاطر تخلیقِ کائنات ہوئی۔ معترضین سے گزارش ہے کہ اس حدیثِ قُدسی کی شرح میں حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ضرور ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے واضح کیا ہے کہ ایسا بندہ اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت کا مظہر ہو جاتا ہے اور جہان بھر میں تصرف کرتا ہے۔ اور معترضین یہ جانتے ہوں گے کہ تصرف کے معنی روحانی قوت سے کسی کی حالت بدل دینے ہی کو کہتے ہیں۔

ص70 پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں: ''قرب نوافل اسے کہتے ہیں کہ سالک اپنے تیئں فاعل پائے اور حق کو اپنے اعضا چنانچہ بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یَبْصُرُ اس کا اشارہ ہے اور قرب فرائض اسے کہتے ہیں کہ سالک اپنے تیئں اعضا پائے اور حق کو فاعل جیسے اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ اس کی طرف اشارہ ہے اور یہ قُرب ثمرہ دیتا ہے فناء وجود سالک کا بخلاف پہلے قرب کے اور جمع بین القربین یہ ہے کہ سالک اپنے تیئں درمیان میں کچھ نہ پائے نہ فاعل نہ اعضا چنانچہ بعض اہلِ دل نے اس مقام سے ایسا اشارہ کیا ہے۔مصرعہ عشق ست درمیانہ برمانہد بہانہ۔ اور آیۂ کریمہ ''وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهُ رَمٰی'' گویا تینوں مقام کی خبر دیتا ہے کیوں کہ ''مَارَمَیْتَ'' قرب فرائض سے ہے اور ''اِذْ رَمَیْتَ'' کنایہ قرب نوافل سے ''وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی'' اشارہ جمع بین القربین ہے۔'' اس آیت کا ترجمہ بھی اسی کتاب سے ملاحظہ ہو: ''اور نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔'' (ص55)

معترضین سے گزارش ہے کہ وہ اس کتاب ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' کی ''فصل فنا اور بقا میں'' ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

معترضین نے جو آیات قرآنی نقل کی تھیں اور ان سے جو غلط استدلال کیا تھا اس کا جواب اس فقیر نے آیات قرآنی ہی سے اور معترضین کے اکابر ہی کی تفسیروں اور تحریروں سے پیش کیا ہے۔ آیات قرآنی کے بعد اب احادیث مبارکہ سے مزید جواب تحریر کر رہا ہوں مگر یہ بیانیہ اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کا ہے، ملاحظہ ہو:

احادیث مبارکہ:

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَیں تمام عالم کا سردار ہوں۔ (جامع الاحادیث: 2807، ص13، جلد چہارم۔ تجلی الیقین، ص:93)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ درِ اقدس پر کچھ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بیٹھے حضور سید عالم ﷺ کے انتظار میں باتیں کر رہے تھے۔ حضور تشریف فرما ہوئے، انہیں اس ذکر میں پایا کہ ایک کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو خلیل بنایا، دوسرا بولا: حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والتسلیم سے بے واسطہ کلام فرمایا، تیسرے نے کہا: اور حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ و روح اللہ ہیں، چوتھے نے کہا: حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام صفی اللہ ہیں، جب وہ سب کہہ چکے حضور پُرنُور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ قریب آئے اور ارشاد فرمایا: مَیں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا سُنا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور ہاں وہ ایسے ہی ہیں، اور موسیٰ نجیُ اللہ ہیں اور وہ بے شک ایسے ہی ہیں، اور

عیسیٰ روحُ اللہ ہیں اور واقعی ایسے ہی ہیں، اور آدم صفیُ اللہ ہیں اور وہ حقیقت میں ایسے ہی ہیں، سن لو اور مَیں اللہ کا پیارا ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں، مَیں روز قیامت لِوَاءُ الحمد اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم اور ان کے سِوا سب ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں، مَیں پہلا شافع اور پہلا مقبول الشفاعۃ ہوں اور کچھ افتخار نہیں، سب سے پہلے مَیں دروازۂ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا، اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھول کر مجھے اندر داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقرائے مومنین ہوں گے اور یہ ناز کی راہ سے نہیں کہتا، اور مَیں سب اگلوں اور پچھلوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ عزت والا ہوں اور یہ بڑائی کے طور پر نہیں فرماتا۔

(جامع الاحادیث: 2808، ص13 تا 14، جلد چہارم۔ تجلی الیقین، ص94)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، عیسیٰ علیہ السلام کو روحُ القُدس سے بنایا، ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا، آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضور کو کیا فضل دیا؟ فوراً جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی: حضور کا ربّ ارشاد فرماتا ہے: اگر مَیں نے ابراہیم کو خلیل کیا تو تمہیں حبیب کیا، اور اگر موسیٰ سے زمین میں کلام فرمایا تم سے آسمان میں کلام کیا، اور اگر عیسیٰ کو روحُ القُدس سے بنایا تو تمہارا نام آفرینشِ خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا، اور بے شک تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہونچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا اور نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی ہے، اور اگر مَیں نے آدم کو برگزیدہ کیا تو تمہیں خاتم الانبیاء ٹھہرایا، اور تم سے زیادہ عزت وکرامت والا کسی کو نہ بنایا۔ قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گستردہ، اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ، تمہارا نام مَیں نے اپنے نام سے ملایا، کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ۔ اور بے شک مَیں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے بنایا کہ جو عزت ومنزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے مَیں دنیا کو نہ بناتا۔

(جامع الاحادیث: 2813، ص17 تا 18، جلد چہارم۔ تجلی الیقین، ص:72)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے مَیں جنت کو نہ بناتا، اور اگر تم نہ ہوتے مَیں دوزخ کو نہ بناتا۔ (جامع الاحادیث: 2814، ص19، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یعنی آدم و عالَم سب تمہارے طفیل ہیں تم نہ ہوتے تو مطیع و عاصی کوئی نہ ہوتا، جنّت ونار کس کے لیے ہوتیں، اور خود جنّت نار اجزائے عالَم سے ہیں جن پر تمہارے وجود کا پرتو پڑا۔ (ﷺ)

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل منظور نور اوست دگر جملگی ظلام (تجلی الیقین، ص72)

حق عزّ جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے:

يَامُحَمَّدُ! أَنْتَ نُوْرُ نُوْرِیْ وَسِرُّ سِرِّیْ، وَکُنُوْزُ هِدَایَتِیْ وَ خَزَائِنُ مَعْرِفَتِیْ، جَعَلْتُ فِداً لَکَ مُلْکِیْ مِنَ الْعَرْشِ إِلٰی مَا تَحْتَ الْأَرْضِیْنَ، کُلُّهُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ، وَأَنَّا أَطْلُبُ رِضَاکَ یَا مُحَمَّدُ!

(ترجمہ) اے محمد! تو میرے نور کا نور ہے، اور میرے راز کا راز اور میری ہدایت کی کان، اور میری معرفت کے خزانے، مَیں نے اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثری تک سب تجھ پر قربان کردیا۔ عالم میں جو کوئی ہے سب میری رضا چاہتے اور مَیں تیری رضا چاہتا ہوں۔ اے محمد!

اَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ، أَسْئَلُکَ بِرِضَاکَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَرِضَا عَنْکَ أَنْ تَرْضٰی عَنَّا مُحَمَّدًا، تَرْضٰی عَنَّا بِمُحَمَّدٍ، آمِیْنَ، إِلٰهَ مُحَمَّدٍ وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ. (تجلی الیقین، ص:85، جامع الاحادیث:27)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیل نے مجھ سے عرض کی: مَیں نے پورب پچھّم ساری زمین الٹ پلٹ کر دیکھی، کوئی شخص محمد ﷺ سے افضل نہ پایا، نہ کوئی خاندان، خاندان بنی ہاشم سے بہتر نظر آیا۔

(جامع الاحادیث:2824، ص30، جلد چہارم)

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: صحت کے انوار اس متن کے گوشوں پر جھلک رہے ہیں۔ نقلہ فی المواہب۔ (تجلی الیقین، ص:138)

مولانا فاضل علی قاری ''شرح شفا'' میں علامہ تلمسانی سے ناقل حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنہما نے روایت کی، حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھے آکر یوں سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا أَوَّلُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاهِرُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ

مَیں نے کہا: اے جبرئیل! یہ تو خالق کی صفتیں ہیں، مخلوق کو کیوں کر مل سکتی ہیں، عرض کی مَیں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے۔ اس نے حضور کو ان صفتوں سے فضیلت اور تمام انبیاء و مُرسَلین پر خصوصیت بخشی ہے، اپنے نام وصفت سے حضور کے لیے نام وصفت مشتق فرمائے ہیں۔ حضور کا اول نام رکھا

کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آخر اس لیے کہ ظہور میں سے سب سے موخر اور آخر اُمَم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں، اور باطن اس لیے کہ اللّٰہ تعالی نے حضور کے باپ آدم کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساقِ عرش پر سُرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا، مَیں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجے یہاں تک کہ حق جل وعلا نے حضور کو مبعوث فرمایا: خوش خبری دینے اور ڈر سنانے کے لیے، اور اللّٰہ تعالی کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چراغ تاباں، اور ظاہر اس لیے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا، اور حضور کا شرف وفضل سب اہل آسمان وزمین پر آشکارا کیا۔

تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجے، اللّٰہ تعالی حضور پر دُرود بھیجے، حضور کا ربّ محمود ہے اور حضور محمد، اور حضور کا ربّ اول وآخر وظاہر باطن ہے، اور حضور اول وآخر وظاہر وباطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سُن کر حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ حَتّٰی فِی اسْمِیْ وَصِفَتِیْ،

حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں کہ میرے نام اور صفت میں۔

هکذا نقل و قال روی التلمسانی عن ابن عباس، وظاهره أنه أخرجه بسنده إلی ابن عباس، فإن ذلک هو الذی یدل علیه روی، کما فی الزرقانی واللّٰه سبحانه تعالی أعلم.

(تجلی الیقین، ص151، جامع الاحادیث:33-34)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ اللّٰہ تعالی نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد ﷺ سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے تیری جان کی قسم۔'' (الآیة)۔ (جامع الاحادیث:2830، ص36، جلد چہارم۔ تجلی الیقین، ص:32)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَیں جس چیز سے تم کو منع کروں باز رہو، اور جس چیز کا حکم دوں اس پر حسب استطاعت عمل کرو، کہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرتِ سوالات اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حکم عدولی نے ہلاک کیا۔

(جامع الاحادیث:2873، ص118، جلد چہارم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللّٰہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ مَیں حضور سیدِ عالم ﷺ کے دولت خانہ کے قریب بیٹھا تھا کہ حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰہ تعالی عنہم حضور کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کے لیے تشریف لائے، دونوں حضرات نے فرمایا: اے اسامہ! ہمارے لیے حضور سے باریابی کی اجازت لے لو، مَیں نے عرض کیا: یارسول اللّٰہ: حضرت علی وحضرت عباس آپ کی خدمت میں

حاضری کی اجازت کے طالب ہیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دونوں کس لیے آئے ہیں؟ مَیں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: لیکن مَیں جانتا ہوں، آنے دو، دونوں حضرات نے حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللّٰہ ! ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہلِ بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللّٰہ تعالی عنہا و ﷺ) عرض کیا: ہم آپ کے خاص گھر کی بات نہیں کررہے، فرمایا مجھے اپنے اقربا میں وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللّٰہ تعالی نے انعام فرمایا اور مَیں نے انعام کیا، یعنی اسامہ بن زید، پھر عرض کیا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، یہ سن کر حضرت عباس بول اٹھے، یارسول اللّٰہ ! کیا آپ کے چچا کا مقام بعد میں ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت علی تم پر ہجرت میں سبقت حاصل کرچکے ہیں۔

(جامع الاحادیث: 2877، ص121 تا122، جلد چہارم، 12م)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری ''مرقات'' میں فرماتے ہیں:

سب صحابہ کرام رضوان اللّٰہ تعالی علیہم اجمعین ایسے ہی تھے جنہیں اللّٰہ تعالی نے نعمت بخشی اور اللّٰہ تعالی کے رسول ﷺ نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے جس کی تصریح قرآن کریم میں ارشاد ہوئی کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللّٰہ تعالی نے نعمت دی، اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ ہیں، رضی اللّٰہ تعالی عنہ، اور اس میں نہ کسی کا خلاف اور نہ اصلاً شک، آیت اگرچہ حضرت زید رضی اللّٰہ تعالی عنہ کے حق میں نازل ہوئی مگر سید عالم ﷺ نے اس کا مصداق اسامہ بن زید کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، **أفاده فی ''المرقات''**

أقول : نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تمام اہلِ اسلام اولین وآخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللّٰہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللّٰہ ﷺ نے نعمت دی، پاک کردینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیت کریمہ میں بارہا سنا ہوگا کہ ''یُزَکِّیۡھِمۡ '' یہ نبی انہیں پاک اور سُتھرا کردیتا ہے۔ بلکہ **لَا وَاللّٰہِ**، تمام جہان میں کوئی شیٔ ایسی نہیں جس پر اللّٰہ کا احسان نہ ہو، اور اللّٰہ کے رسول کا احسان نہ ہو، فرماتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء: 21/156)

(ترجمہ) ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

جب وہ تمام عالم کے لیے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے، صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم، اہل کفر واہلِ کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چناں   کور بہتر کہ آفتاب سیاہ   (الامن والعلی، ص: 136)

حضرت ربیعہ بن مالک رضی اللّٰہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مَیں حضور اقدس ﷺ کی

خدمت میں حاضر تھا، آپ کے وضو وغیرہ کے لیے پانی لے کر حاضر ہُوا، حضور سَیِّدُ العالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں، عرض کی: مَیں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں حضور کی رفاقت عطا ہو، فرمایا: بھلا اور کچھ؟ عرض کی: بس میری مراد تو یہ ہی ہے، فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے پر کثرت سجود سے۔ (جامع الاحادیث: 2880، ص125، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمدللّٰہ، یہ جلیل ونفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر فقرہ سے وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اعنی، کہ میری اعانت کر، اسی کو استعانت کہتے ہیں، یہ درکنار حضور والا ﷺ کا مطلق طور پر سَل، فرمانا: کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں، دنیا وآخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلاتقید وتخصیص فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی قدس سرہ القوی ''شرح مشکوۃ شریف'' میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں: از اطلاق سوال کہ فرمودہ 'سل' وتخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ﷺ، ہرچہ خواہد وہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد۔

فَإِنَّ مِنۡ جُوۡدِکَ الدُّنۡیَا وَضَرَّتَهَا ، وَمِنۡ عُلُوۡمِکَ عِلۡمَ اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ.

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں: **یوخذ من اطلاقه ﷺ الأمر بالسؤال أن اللّٰه تعالی مکّنه من إعطاء کلّ ما أراد من خزائن الحقّ.**

یعنی، حضور اقدس ﷺ نے جو مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللّٰہ عزوجل نے حضور کو قدرت بخشی ہے کہ اللّٰہ تعالی کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمائیں۔

پھر لکھا: ابن سبع وغیرہ علمائے کرام نے حضور اقدس ﷺ کے خصائص کریمہ میں ذکر کیا کہ جنت کی زمین اللّٰہ عزوجل نے حضور کی جاگیر کردی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔

امام اجل سیدی ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی ''جوہر منظّم'' میں فرماتے ہیں: ''بے شک حضور نبی کریم ﷺ اللّٰہ عزوجل کے خلیفہ ہیں، اللّٰہ تعالی نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے دست قدرت کے فرماں بردار اور حضور کے زیر حکم وارادہ واختیار کردیئے ہیں کہ جسے چاہیں عطا فرماتے ہیں اور جسے چاہیں نہیں دیتے''۔ اس مضمون کی تصریحیں کلمات ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء قدست اسرارہم میں حد تواتر پر ہیں، جو ان کے انوار سے دیدۂ ایمان منور کرنا چاہے فقیر کا رسالہ ''سلطنت المصطفی فی ملکوت کل الوری'' مطالعہ کرے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللّٰہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا: جس کا کوئی نگہبان نہ ہو اللّٰہ ورسول اس کے نگہبان ہیں۔

(جامع الاحادیث: 2881، ص 127 تا 128، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یعنی حافظ و ناصر اللّٰہ ورسول ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ. (المائدہ: 5/55)

یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللّٰہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے ہیں، اور زکوۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

أقـــول: یہاں اللّٰہ ورسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمایا کہ بس یہ ہی مددگار ہیں، تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں، ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

قال تعالیٰ:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ الآية (التوبہ: 9/71)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالاں کہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے:

مَالَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ الاٰية (الکہف: 18/26)

اللّٰہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

''معالم التنزیل'' میں ہے: **(مالهم) أی لأهل السموات والأرض (من دونه) أی من دون الله (من ولی) ناصر.**

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللّٰہ کیسا کُھلا شِرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفتِ امداد کو رسول وصلحا کے لیے ثابت کیا، جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا کہ یہ اللّٰہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں۔ مگر بحمدہ تعالیٰ اہلِ سنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ذاتی وعطائی کا فرق سمجھتے ہیں، اللّٰہ تعالیٰ بِالذّات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول واولیاء اللّٰہ، اللّٰہ تعالیٰ کی قدرت دینے سے مددگار ہیں۔ وللّٰہ الحمد۔

اب اتنا سمجھ لیجئے کہ مدد کاہے کے لیے ہوتی ہے؟ دفع بلا کے لیے، تو جب رسول اللّٰہ اور اللّٰہ کے مقبول بندے بنصِّ قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعاً دافعُ البلاء بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللّٰہ سبحانہ بالذّات دافع البلاء، اور انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والثناء بعطائے خدا، **والحمد لله العلی الأعلی**۔

پنج آیت از توریت وانجیل وزبور مقدسہ:

امام بخاری حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما، اور دارمی وطبرانی ویعقوب بن سفیان حضرت عبداللّٰہ بن سلام رضی اللّٰہ عنہ سے راوی کہ توراتِ مقدس میں حضور پُرنور دافعُ البلاء ﷺ کی صفت یوں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَ نَذِيْرًا وَ حِرْزًا لِّلْأُمِّيِّيْنَ (إلی قوله تعالی) يَعْفُوْ وَ يَغْفِرُ.

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لیے پناہ، معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔ حرز بھی رب العزت جل جلالہ کی صفات سے ہیں۔ حدیث میں ہے: **يَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ! يَا كَنْزَ الْفُقَرَاءِ!**

علامہ زرقانی ''شرح مواہب شریفہ'' میں فرماتے ہیں: **جعله نفسه حرزاً مبالغة لحفظه لهم فی الدارین.**

یعنی، حضور نبی کریم ﷺ پناہ دینے والے ہیں، مگر ربّ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو بطور مبالغہ خود پناہ کہا: جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں، اور اس صفت کی وجہ یہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ دنیا وآخرت میں اپنی اُمّت کے حافظ ونگہبان ہیں۔ والحمد للّٰہ رب العالمین۔

ہاں ہاں، خبردار ہوشیار، اے نجدیانِ نابکار! ذرا کم سن نو پیدا عیارہ خام پارۂ وہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا، توریت وزبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی، نوخیز وہابیت کی نادان جان پر قہرِ الٰہی کی بجلیاں گرائیں گی، افسوس، تمہیں توریت وزبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا ہے، جب تم قرآن کی نہ سُنو، اللّٰہ کا کذب تم ممکن گنو، مگر جان کی آفت، گلے کا غل تو یہ ہے کہ یہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں، کلامِ الٰہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، اور طریقت کے دادا۔ اب نہ انہیں مشرک کہے بنتی ہے نہ کلامِ الٰہی پر ایمان لانے کو روٹھی وہابیت منتی ہے، نہ روئے رفتن، نہ رائے ماندن۔

دوگونہ رنج وعذاب است جان لیلیٰ را | بلائے صحبت مجنون وفرقت مجنون

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرمائی چتونوں سے لجائی انکھڑیاں اوپر اٹھایئے، اور بحمدہ وہ سنئے کہ ایمان نصیب ہو تو سنی ہو جایئے۔

جناب شاہ صاحب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں لکھتے ہیں:

توریت کے سفر چہارم میں ہے: اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: بے شک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے۔ اور سب کے ہاتھ اس کی

طرف پھیلے ہیں۔ عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون محمد رسول اللّٰہ ﷺ **سیّد الکون، معطی العون،** ﷺ، قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہاں کے اُجالے، حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی ومحتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدر سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف ورحیم کے سامنے پھیلائے، والحمدللّٰہ رب العالمین۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا

نیز ''تحفہ'' میں ''زبور شریف'' سے منقول: اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر مَیں اس لیے برکت دیتا ہوں، تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی سچی کتاب لایا اللّٰہ: برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا ﷺ۔

اے احمد پیارے ﷺ کے مملوکو! خوشی وشادمانی ہے تمہارے لیے، تمہارا مالک پیارا سراپا کرم و سراپا رحمت ہے۔ والحمدللّٰہ رب العالمین۔

عہد مابالب شیریں دہناں بست خدائے باہمہ بندۂ و ایں قوم خداوند انند

مَیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

حضرت اُمّ درداء رضی اللّٰہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ مَیں نے حضرت کعب احبار رضی اللّٰہ عنہ سے پوچھا، تم توریت میں حضور اقدس ﷺ کی نعت پاک کیا پاتے ہو؟ کہا: حضور کا وصف توریت مقدس میں یوں ہے۔ محمد اللّٰہ کے رسول ہیں، صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خو ہیں، نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلانے والے ہیں، وہ کنجیاں دیے گئے ہیں تاکہ اللّٰہ تعالی ان کے ذریعہ پھوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شُنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے، یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللّٰہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اس کا کوئی ساجھی نہیں، وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے، اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔ (جامع الاحادیث:2882، ص132، جلد چہارم)

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ کی صفت وثنا ''انجیل پاک'' میں مکتوب ہے، نہ سخت دل ہیں، نہ درشت خو، نہ بازاروں میں شور کرتے انہیں کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ باقی عبارت مثل توریت مبارک ہے۔ (جامع الاحادیث:2883، ص133، جلد چہارم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں سو رہا تھا کہ تمام خزائنِ زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

(جامع الاحادیث:2884، ص133، جلد چہارم)

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضی کرم اللّٰہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رُعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سُن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع الاحادیث:2885، ص133 تا134، جلد چہارم)

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور مالک تمام دنیا ﷺ فرماتے ہیں: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں، جبرئیل لے کر آئے، اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔ (جامع الاحادیث:2886، ص134، جلد چہارم)

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور ابوالقاسم ﷺ فرماتے ہیں مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔ (جامع الاحادیث:2887، ص134، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یعنی غیوب خمسہ، علامہ حفنی ''حاشیہ جامع صغیر'' میں فرماتے ہیں: **ثم أعلم بها بعد ذلك**. پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں۔ ان کا علم بھی دیا گیا۔ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے بھی ''خصائص کبری'' میں نقل فرمایا۔

علامہ مدابغی شرح ''فتح المبین'' امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں: یہ ہی حق ہے۔ ولله الحمد۔

اس مقام کی تحقیق انیق فقیر کے رسالہ ''مالی الجیب بعلوم الغیب'' میں دیکھئے۔ وباللّٰہ التوفیق۔

(الامن والعلی، ص:94)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور مالک غیور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللّٰہ عنہا فرماتی تھیں: جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے مَیں نے دیکھا سجدہ میں پڑے ہیں، پھر ایک سفید اَبر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہوگئے۔ پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک سفید اُونی کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہے، اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں، کہنے والا کہہ رہا تھا، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں اور نبوت کی کنجیاں، سب پر حضور ﷺ نے قبضہ فرمایا، پھر ایک اور ابر نے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے، پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے۔ اور کوئی منادی پکار رہا ہے۔ واہ واہ ساری دنیا محمد ﷺ کی مٹھی میں آئی، زمین وآسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی ہو، صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم والحمدللّٰہ ربّ العالمین۔ (جامع الاحادیث: 2888، ص135، جلد چہارم)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللّٰہ عنہا نے فرمایا: رضوان خازنِ جنّت علیہ السلام نے بعد ولادتِ حضور سیّد الکونین ﷺ کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش

اقدس میں عرض کی: حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں، رُعب و دبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے۔ جو حضور کا چرچا سُنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا، اگر چہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللّٰہ کے نائب! ﷺ۔ (جامع الاحادیث:2889، ص135۔136،جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللّٰہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آ گیا، اللّٰہ کا نائب ایسا ہی تو چاہیے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں؟ ایک دنیا کے کتے کا نائب کہیں کا صوبہ دار وہاں کے سیاہ و سفید کا مختار ہوتا ہے، مگر اللّٰہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے؟ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ ، بے دولتوں نے اللّٰہ ہی کی قدر نہ جانی لا واللّٰہ! اللّٰہ کا نائب اللّٰہ کی طرف سے اللّٰہ کے ملک میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللّٰہ کا نائب کہلایا ہے ﷺ (الامن والعلی،ص96)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابو بکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر رضی اللّٰہ عنہ روئے اور عرض کی: میری جان و مال کا مالک حضور کے سِوا کون ہے یا رسول اللّٰہ!۔ (جامع الاحادیث:2893، ص139،جلد چہارم۔ الامن والعلی،ص:103)

حضرت عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ نے ارشاد فرمایا: جو زمین کسی کی ملک نہیں وہ اللّٰہ اور اللّٰہ کے رسول کی ہے۔ (جامع الاحادیث:2894، ص139،جلد چہارم)

حضرت طاؤس رضی اللّٰہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قدیم زمین اللّٰہ و رسول کی ملک ہیں۔ (جامع الاحادیث:2895، ص139 تا 140، جلد چہارم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللّٰہ و رسول ہیں، جل جلالہ و ﷺ۔

(جامع الاحادیث:2896، ص140،جلد چہارم۔ الامن والعلی،ص:108)

یا مالک الناس و دیان العرب ☆ انی لقیت ذرية من الذرب

قال : فجعل النبی ﷺ یقول :

وھن شر غالب لمن غلب . يتمثلھن

حضرت عبداللّٰہ بن اعور مازنی اَعشی رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ اشعار عرض کئے۔ اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے میرا پالا ایک ایسی عورت سے پڑ گیا ہے جو نہایت زبان دراز ہے حضور اقدس ﷺ نے ان کی فریاد سُن کر شکایت رفع فرمادی۔

دوسرے اشعار بھی اس موقع پر انہوں نے سنائے تھے جن میں ان کی بیوی کے فرار کا قصہ اور آخر

میں یہ شعر بھی تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ آخری مصرع سُن کر اس کو بطور مثل متعین فرمادیا کہ عورتیں بڑے بڑوں کو ناکوں چنے چبوا دیتی ہیں۔ (جامع الاحادیث:2897، ص140 تا 141، جلد چہارم)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہنا شروع کیا اللّٰہ کی دہائی، اللّٰہ کی دہائی، انہوں نے ہاتھ نہ روکا، غلام نے کہا: رسول خدا کی دہائی فوراً ہاتھ چھوڑ دیا، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! بے شک اللّٰہ تعالی تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تو اس غلام پر، انہوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔ (جامع الاحادیث:2899، ص143،جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمد للّٰہ، اس حدیث صحیح کے تیور کو دیکھئے، حیا ہو تو وہابیت کو ڈوب مرنے کو بھی جگہ نہیں، یہ حدیث تو خدا جانے بیماروں پر کیا کیا قیامت توڑے گی، رسول اللّٰہ ﷺ کی دُہائی دینا ہی ان کی دُہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللّٰہ عنہ خود فرماتے ہیں: وہ اللّٰہ عزّ وجلّ کی دُہائی دیتا رہا مَیں نے نہ چھوڑا، جب حضور نبی کریم ﷺ کی دہائی دی فوراً چھوڑ دیا۔

علماء فرماتے ہیں: حضور نبی کریم ﷺ کی دہائی سُن کر حضور کی عظمت دل پر چھائی ہاتھ روک لیا۔

أقول: یعنی پہلی بات ایک معمولی (روزمرہ کے معمول میں) ہو جانے سے ایسی موثر نہ ہوئی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات کا محاورہ کم ہوتا ہے اس کا اثر زیادہ پڑتا ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ کی دہائی بعینہ اللّٰہ عزّ وجلّ کی دہائی ہے، اور حضور کی عظمت اللّٰہ عزّ وجلّ ہی کی عظمت سے ناشی ہے۔

حضرت امام حسن بصری رضی اللّٰہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ ایک صاحب اپنے کسی غلام کو مار رہے تھے، وہ کہہ رہا تھا اللّٰہ کی دہائی، اتنے میں غلام نے حضور سید عالم ﷺ کو تشریف لاتے دیکھا، اب کہا: رسول کی دہائی، فوراً ان صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: سنتا ہے خدا کی قسم! بے شک اللّٰہ عز و جل مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دہائی دینے والے کو پناہ دی جائے۔ ان صاحب نے عرض کی: یا رسول اللّٰہ! تو وہ اللّٰہ کے لیے آزاد ہے۔

(جامع الاحادیث:2900، ص144، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: الحمد للّٰہ، اس حدیث نے تو اور بھی پانی سر سے تیر کر دیا، صاف تصریح فرمادی کہ حضور اقدس ﷺ نے غلام کی دونوں دہائیاں بھی سُنیں، اور پہلی دُہائی پر ان کا نہ رُکنا اور دوسری پر فوراً باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا، مگر افسوس وہابیت کی ذِلّت و مردودیت کہ نہ تو حضور اقدس ﷺ اس غلام سے فرماتے ہیں کہ تو مشرک ہو گیا، اللّٰہ کے سوا میری دہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس

طرح کہ اللّٰہ عزّ وجلّ کی دُہائی چھوڑ کر، نہ آ قا سے ارشاد کرتے ہیں کہ ہیں یہ کیسا شرک اکبر؟ خدا کی دُہائی کی وہ بے پرواہی اور میری دُہائی پر یہ نظر، ایک تو میری دُہائی مانی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی دُہائی نہ مان کر، افسوس آ قا وغلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر نصیحت فرماتے ہیں کہ وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللّٰہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے۔

دُہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی دُہائی دینے پر پناہ دینی بھی ثابت رکھی، صرف اتنا ارشاد ہوا کہ خدا کی دہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔

حضرت جابر بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ چلنے سے باز رہ فوراً ٹھہر گیا۔ (جامع الاحادیث:2904، ص152، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: اس ''حدیث حَسَن'' کا واقعہ اس ''حدیث صحیح'' کے واقعہ عظیمہ سے جُدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور کے لیے پلٹا ہے، یہاں تک کہ حضرت مولی علی کرم اللّٰہ تعالی وجہہ الکریم نے نماز عصر کہ خدمت گزاری محبوب باری ﷺ میں قضا ہوئی تھی ادا فرمائی۔ امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

الحمد للّٰہ، اسے خلافت ربّ العزت کہتے ہیں کہ ملک السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوق الٰہی کو ان کے لیے حکم اِطاعت وفرماں برداری ہے، وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے، وہ محبوب اجل واکرم خلیفۃ اللّٰہ الاعظم ﷺ جب دودھ پیتے تھے گھوارہ میں چاند ان کی غلامی بجالاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا۔

حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰہ عنہما عم مکرم سیدنا اکرم ﷺ نے حضور سے عرض کی: یارسول اللّٰہ! مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزہ کا دیکھنا ہُوا، مَیں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے، جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اسی طرف جھک جاتا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا، اور مجھے رونے سے بہلاتا، مَیں اس کے گرنے کا دھما کا سنتا تھا جب وہ زیر عرش سجدہ میں گرتا۔ (جامع الاحادیث:2905، ص152 تا153، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں: یہ حدیث معجزات میں حَسَن ہے۔ جب دودھ پیتوں کی یہ حکومت قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ اللّٰہ الکبری کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا مجال کہ ان کے حکم سے سرتابی کرے۔ آفتاب و ماہ تاب درکنار، واللّٰہ العظیم! ملائکہ مدبرات الامر کہ تمام نظم ونسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللّٰہ خلیفۃ اللّٰہ الاعظم ﷺ کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے، رسول اللّٰہ ﷺ فرماتے ہیں: أُرسِلْتُ إِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً (ترجمہ) مَیں

تمام مخلوق الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا۔

قرآن فرماتا ہے: ﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ (الفرقان:25/1) (ترجمہ) برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

اہلِ عالَم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں، علیہم الصلوۃ والسلام۔ سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی نماز عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی۔

حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ، قال: رُدُّوْهَا عَلَیَّ. یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا، ارشاد فرمایا: پلٹا لاؤ میری طرف۔

امیر المؤمنین حضرت مولی علی کرم اللّٰہ وجہہ الکریم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی، کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب ان ملائکہ سے جو آفتاب پر متعین ہیں، یعنی نبی اللّٰہ سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ان فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا اور سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔

''معالم التنزیل شریف'' میں ہے:

حکی عن علی رضی اللّٰہ عنہ انه قال: معنی قوله ردوها علی یقول سلیمان علیه الصلوة والسلام بأمر اللّٰہ عزوجل للملائكة المؤكلين بالشمس ردوها علی يعنی الشمس فردوها عليه حتى صلى العصر فی وقتها.

سیدنا سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نائبانِ بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ، سے ایک جلیل القدر نائب ہیں، پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے ﷺ اللّٰہ سبحانہ وتعالی کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ ''مواہب لدنیہ ومنحِ محمدیہ'' میں فرماتے ہیں:

هو ﷺ خزانة السرّ و موضع نفوذ الأمر، فلا ینفذ أمر إلامنه ولا ینقل خیراً إلامنه ﷺ۔

أَلَا بِأَبِیْ مَنْ کَانَ مَلِکًا وَ سَیِّدًا — وَ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَاقِفٗ
إِذَا رَامَ أَمْرًا لَایَکُوْنُ خِلَافَهٗ — وَلَیْسَ لِذٰکَ الْأَمْرِ فِی الْکَوْنِ صَارِفٗ

یعنی، حضور نبی کریم ﷺ خزانۂ راز الٰہی و جائے نفاذ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے، ﷺ۔

خبردار ہو! میرے باپ قربان ان پر جو بادشاہ وسردار ہیں اس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام ابھی آب وگل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے، وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا، تمام جہاں میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں ﷺ

أقول: اور ہاں کیونکر کوئی ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے سے نہیں پھرتا۔

لا رادّ لقصائه ولا معقب لحکمه، یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہ چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھے ان عورتوں پر رشک آتا ہے جنہوں نے اپنی ذات کو رسول اللّٰہ ﷺ کے لیے ہبہ کر دیا تھا، چناں چہ میں نے کہا: عورت اپنے آپ کو کس طرح ہبہ کر سکتی ہے۔ (جامع الاحادیث: 2906، ص154 تا155، جلد چہارم)

جب اللّٰہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو۔ اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللّٰہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب بیمار پڑے تو رسول اللّٰہ ﷺ عیادت کو تشریف لے گئے، ابوطالب نے عرض کی! اے بھتیجے! میرے لیے اپنے ربّ سے جس نے حضور کو بھیجا ہے میری تندرستی کی دعا کیجئے، سید عالم ﷺ نے دعا کی، الٰہی! میرے چچا کو شفا دے، یہ دعا کرتے ہی ابوطالب اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی ہو۔ حضور سے عرض کی: اے میرے بھتیجے! بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے، سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے چچا! اگر تو اس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی یوں ہی معاملہ فرمائے گا۔

(جامع الاحادیث: 2907، ص 155 تا156، جلد چہارم۔ الامن والعلی، ص: 143)

حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ انصار نے ایک مرتبہ بطور فخر کہا کہ ہم نے نہایت عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں، اس پر حضرت عباس یا بن عباس نے فرمایا: ہمیں تم پر فضیلت حاصل ہے، یہ گفتگو حضور تک پہنچی تو حضور اقدس ﷺ ان کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے گروہ انصار! کیا تم ذلیل و کمزور قوم نہیں تھے؟ کہ اللّٰہ نے میرے ذریعہ تمہیں عزت بخشی، بولے: کیوں نہیں یارسول اللّٰہ! فرمایا: کیا تم بے راہ رو اور گمراہ نہیں تھے کہ میرے طفیل تمہیں ہدایت ملی، بولے: ہاں رسول اللّٰہ! فرمایا: جواب میں تم مجھ سے کچھ کیوں نہیں کہتے؟ بولے ہم کیا جواب دیں؟ فرمایا: تم یہ کیوں نہیں کہتے: کہ کیا ایسا نہیں کہ جب مکہ سے آپ کی قوم نے آپ کو نکالا تو ہم نے ہی آپ کو ٹھکانا دیا، آپ کی قوم نے جھٹلایا تو

اس وقت ہم نے آپ کی تصدیق کی، جب آپ کی قوم نے بے یار و مددگار چھوڑا تو ہم نے آپ کی مدد کی حضور سید عالم ﷺ اسی طرح فرمارہے تھے کہ انصار کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضور کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی: ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے سب اللّٰہ ورسول کا ہے۔ (جامع الاحادیث: 2912، ص163 تا164، جلد چہارم۔ الامن والعلی، ص: 103)

اُمْـنُـنْ عَـلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ   فَـاِنَّكَ الْـمَـرْءُ نَـرْجُـوْهُ وَنَـدَّخِـرُ
اُمْـنُـنْ عَـلٰى بَيْضَةٍ قَدعَاقَهَا قَدَرٌ   مَشَتَّـتُ شَـمْـلَهَـا فِيْ دَهْـرِهَـاغَيّـرُ
اَبْـقَتْ لَنَا الدَّهْرُ هُتَا فَاعَلٰى حُزْنٍ   عَـلٰـى قُـلُـوْبِهِـمُ الْـغَـمَـاءُ وَالْـغَمَـرُ
اِنْ لَـمْ تُـدَارِكْهُمُ نَعْمَآءَ تُنْشِرُهَا   يَـاأَرْجَـحَ الـنَّـاسِ حِلْـمًـا حِيْنَ يُخْبَرُ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور کے ساتھ تھے جب حضور اقدس ﷺ نے روز حُنین زنان وصبیان بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال وغلام وکنیز مجاہدین پر تقسیم فرما دیئے، اب سرداران قبیلہ اپنے اہل وعیال واموال حضور سے مانگنے کو حاضر ہوئے، زہیر بن صرد جشمی رضی اللّٰہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللّٰہ: ہم پر احسان فرمایئے اپنے کرم سے، حضور ہی وہ مردِ کامل وجامع فواضل ومحاسن و شمائل ہیں جس سے ہم اُمید کریں اور جسے وقتِ مصیبت کے لیے ذخیرہ بنائیں۔ احسان فرمایئے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اور اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی، اس کے وقت کی حالتیں بدل گئی۔۔ یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لیے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج وغیظ مستولی ہوگا۔ اگر حضور کی نعمتیں جنہیں حضور نے عام فرما دیا ہے ان کی مدد کو نہ پہونچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں، اے آزمائش کے وقت تمام جہان سے زیادہ عقل والے ﷺ۔

یہ اشعار سن کر سیدِ ارحم ﷺ نے فرمایا: جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے حصہ میں آیا وہ میں نے تمہیں بخش دیا، قریش نے عرض کی: جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللّٰہ کا ہے اور اللّٰہ کے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی: جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللّٰہ کا ہے اور اللّٰہ کے رسول کا ہے۔ جل جلالہ و ﷺ۔

(جامع الاحادیث: 2913، ص164 تا165، جلد چہارم)

اتیناک والعذراء یدمی لبانها   وقد شغلت ام الصبی عن الطفل
والقی بکفیه الصبی استکانة   من الجوع ضعفا مایمر ولا یخلی
وَلَاشَیْءَ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ عِنْدَنَا   سِوَى الْحَنْظَلِ الْعَامِي وَالْعِلْهِزِ الْفَسْلِ
وَلَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْكَ فِرَارُنَا   وَاَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

فقام رسول اللّٰه ﷺ یجرّ رداءه حتی صعد المنبر ثم رفع یدیه الی السمآء، فقال:

اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئاً مَرِیْعًا غَدُقًا، طَبَقًا عَاجِلاً غَیْرَ رَائِثٍ، نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ تَمْلَأُبِهِ الضَّرْعَ وَتُنْبِتُ بِهِ الزَّرْعَ تُحْیِیْ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ کَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ، فواللّٰه مارد یدیه الی نحره حتی القت السماء بأبر اقها، وجاء أهل البطانة یعنجون یارسول اللّٰه ! الغرق الغرق، فرفع یدیه إلی السماء ثم قال : اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلاَ عَلَیْنَا، فانجاب السحاب عن المدینة حتی احدق بها کالإکلیل، فضحک رسول اللّٰه ﷺ حتی بدت نواجذه ثم قال : للّٰه در أبی طالب لو کان حیاً قرتا عیناه من ینشدنا قوله ؟ فقام علی ابن أبی طالب رضی اللّٰه عنه فقال یارسول اللّٰه کانک اردت:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه — ثمال الیتامی عصمة للأر امل

یلوذبه الهلال من آل هاشم — فهم عنده فی نعمة و فواضل

کذبتم وبیت اللّٰه یبزی محمدا — ولما نقاتل دونه و نناضل

ونسلمه حتی نصرع حوله — ونذهل عن ابنائنا و الحلائل

قال : اجل ذلک اردت.

(ترجمہ) حضرت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: ہم در دولت پر شدتِ قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں، ناداری کے باعث خادمہ رکھنے کی طاقت نہیں، کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہوگئے ہیں) ان کی چھاتی سے خون بہہ رہا ہے، مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں، جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعف گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی، اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں ﷺ۔

یہ فریاد سُن کر حضور رحمت عالم ﷺ فوراً بہ نہایت عجلت منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بلند فرما کر اپنے ربّ عزّ وجلّ سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ امڈا اور بیرون شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یارسول اللّٰہ ! ہم ڈوبے جاتے ہیں حضور نے فرمایا: ہمارے گرد برس، ہم پر نہ برس، فوراً ابر مدینے پر کھل گیا، آس پاس گھرا تھا اور مدینہ طیبہ پر سے کھلا ہوا۔

یہ ملاحظہ فرما کر حضور اقدس ﷺ نے خندۂ دنداں نما کیا اور فرمایا: اللّٰہ کے لیے خوبی ابوطالب کی، اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے؟ مولی علی کرم

اللّٰہ وجہہ الکریم نے عرض کی: یارسول اللّٰہ ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابوطالب نے نعت اقدس میں عرض کیے تھے۔

کہ وہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے، یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان، بنو ہاشم جیسے غیور لوگ تباہی کے وقت ان کی پناہ میں آتے ہیں، ان کے پاس ان کی نعمتیں وفضل میں بسر کرتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ ہی نظم ہمیں مقصود تھی۔

(جامع الاحادیث:1915، ص166 تا167، جلد چہارم)

امام احمد رضا محدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: یہ حدیثِ نفیس بحمد اللّٰہ تعالی اوّل تا آخر شفائے مؤمنین وشقائے منافقین ہے، اور حضور اقدس ﷺ کے پسند فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصود ہیں کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، خلق کے لیے جائے پناہ نہیں سوا بارگاہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے، وہ گورے رنگ والا پیارا جس کے چاند سے منھ کے صدقے میں مینھ پڑتا ہے، وہ یتیموں کا حافظ، بیواؤں کا نگہبان، وہ ملجا و ماویٰ کہ بڑے بڑے تباہی کے وقت اس کی پناہ میں آکر اس کی نعمت اس کے فضل سے چین کرتے ہیں۔ ﷺ (الامن والعلی، ص106)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ سے انصار نے عرض کیا: یارسول اللّٰہ ! خدائے تعالی کی قسم! حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔

(جامع الاحادیث:2920، ص173، جلد چہارم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں ہر مومن سے دنیا وآخرت میں اس کا زیادہ مالک ہوں، چاہو تو اس آیت کریمہ سے اس سلسلہ میں استدلال کرو، ''نبی مومنوں سے ان کی جان کے زیادہ مالک ہیں''۔

(جامع الاحادیث:2924، ص176، جلد چہارم)۔فتاوی رضویہ 9/225)

حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہما سے روایت ہے کہ یمن کی ایک بیوی اور ان کی بیٹی بارگاہ بیکس پناہ محبوبِ الٰہی ﷺ میں حاضر آئیں، دختر کے ہاتھ میں بھاری بھاری کنگن سونے کے تھے، مولیٰ ﷺ نے فرمایا: اس کی زکوۃ دے گی؟ عرض کی: نہ، فرمایا: کیا تجھے یہ بھاتا ہے کہ اللّٰہ تعالی قیامت کے دن ان کے بدلے تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے، ان بی بی نے فوراً وہ کنگن اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی: یارسول اللّٰہ ! یہ دونوں اللّٰہ اور اللّٰہ کے رسول کے لیے ہیں۔جلّ جلالہ و ﷺ۔ (جامع الاحادیث:2935، ص198 تا199، جلد چہارم)

حضرت ابولبابہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میری توبہ قبول ہوئی تو میں نے خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللّٰہ ! میں اپنی قوم کا محلّہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی

چھوڑتا ہوں، اور اپنے مال سے اللہ اور رسول کے نام پر تصدق کر کے باہر آیا ہوں جلّ جلالہ و ﷺ، حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا: اے ابولبابہ! یہ تہائی مال کافی ہے، میں نے ثُلُث مال اللہ و رسول کے لیے صدقہ کر دیا، عزّ جلالہ و ﷺ۔ (جامع الاحادیث:2936، ص199، جلد چہارم۔الامن والعلی،ص:121)

امام احمد رضا مُحدِّث قدس سرہ فرماتے ہیں: یہ حدیثیں جانِ وہابیت پر صریح آفت ہیں کہ تصدق کرنے میں اللہ عزّ وجل کے ساتھ اللہ کے محبوب اکرم ﷺ کا نام پاک ملایا جاتا اور حضور مقبول رکھتے، **وللّٰہ الحجۃ البالغۃ.**

اسی قبیل سے ہے افضل الاولیاء المحمد یین امام المشاہدین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عرض کہ حضرت مولانا العارف باللہ القوی مولوی معنوی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں نقل کی کہ جب حضرت صدیق عتیق حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کو آزاد کر کے حاضر بارگاہ عالم پناہ ہوئے تو عرض کیا: میں حضور کا بندہ و غلام ہوں۔

گفت مادو بندگان کوئے تو　　　　کردمش آزاد ہم برروئے تو

پہلے مصرع میں جو کچھ حضرت صدیق اکبر اپنے مالک و مولی ﷺ سے عرض کر رہے ہیں اس پر تو دیکھا چاہیے کہ وہابیت کا جن کتنا مچلے نجدیت کی آگ کہاں تک اچھلے، مگر ہاں امیر المؤمنین غیظ المنافقین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا درۂ سیاست دکھایا چاہیے کہ بھوت بھاگے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پانی کا چھینٹا دیجئے کہ آگ دبے وہ کہاں؟ وہ حدیث آئندہ میں۔ وباللہ التوفیق۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا فرمایئے، قاسم خزائن الٰہی ﷺ نے فرمایا: ہاں منظور ہے، حسن کو تو میں نے اپنا حِلم اور ہیبت عطا کی، اور حُسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔ (جامع الاحادیث:2942، ص206، جلد چہارم)

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خاتونِ جنّت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا دونوں شاہزادوں کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر آئیں اور عرض کی: یا نبی اللہ! کچھ عطا ہو، فرمایا: مَیں نے اس بڑے کو ہیبت و بردباری عطا کی، اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

(جامع الاحادیث:2943، ص206، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: اقول وباللہ التوفیق۔ حلم ہیبت جود و شجاعت اور رضا و محبت کچھ اشیائے محسوسہ و اجسام ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دیئے جائیں، پھر حضرت بتول زہرا کا سوال بصیغہ عرض و درخواست تھا کہ حضور انہیں کچھ عطا فرمائیں، جسے عرف نحاۃ میں صیغہ امر کہتے ہیں،

اور وہ زمان استقبال کے لیے خاص کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانۂ حال منقضی ہو جائے گا، اس کے بعد قبول و وقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آئے گا، اگرچہ بحالت فور و اتصال اسے عرفاً زمانہ حال کہیں بہرحال درخواست و قبول کو زمانہ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں، اب حضور اقدس ﷺ نے کیا فرمایا: یعنی ہاں دوں گا، لاجرم یہ قبول زمانۂ استقبال کا وعدہ ہوا۔ **فإن السؤال معاد فی الجواب أی نعم انحلهما.**

اس کے متّصل ہی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں، اور اس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں، یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں، اور اس سے مراد زمان وعدہ تھا اور زمان وعدہ عطا نہیں کہ وعدہ عطا پر مقدم ہوتا ہے، لاجرم یہ صیغے اخبار کے نہیں بلکہ انشاء کے ہیں، جس طرح بائع و مشتری کہتے ہیں: بِعْتُ اشْتَرَیْتُ، میں نے بیچی، میں نے خریدی۔ یہ صیغے کسی گزشتہ خرید و فروخت کی خبر دینے کو نہیں ہوتے بلکہ انہیں سے بیع و شراء پیدا ہوتی ہے، انشا کی جاتی ہے۔

یعنی حضور اقدس ﷺ نے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اسے یہ دیا، اسے یہ دیا، حلم و ہیبت، جود و شجاعت اور رضا و محبت کی دولتیں شاہ زادوں کو بخش دیں، یہ نعمتیں خاص خزائن **ملک السموات والارض جلّ جلاله** کی ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تو وہ جو زبان سے فرما دے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے سے وہ نعمتیں حاصل ہو جائیں قطعاً یقیناً وہی کر سکتا ہے جس کا ہاتھ اللہ وہاب ربّ الارباب جلّ جلالہ کے خزانوں پر پہونچتا ہے، جسے اس کے ربّ جلّ وعلا نے عطا و منع کا اختیار دے دیا ہے، ہاں وہ کون؟ ہاں واللہ! وہ محمد رسول اللہ ماذون و مختار حضرتِ اللہ، قاسم و متصرف خزائنِ اللہ جلّ جلالہ و ﷺ، والحمد للہ ربّ العالمین۔

لاجرم امام اجل احمد بن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مستطاب ''جوہر منظّم'' میں فرماتے ہیں:

ھو ﷺ خلیفة اللّٰه الأعظم الذی جعل خزائن کرمه و موائد نعمه طوع یدیه و اردته یعطی من یشاء ﷺ.

اللہ عزوجل کے وہ خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اور ان کے ارادے کے زیر فرمان کر دیئے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں، ﷺ۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفزا بیان فقیر کے رسالہ ''سلطنت المصطفی فی ملکوت کل الوریٰ''، میں بکثرت ہیں، وللہ الحمد۔ (الامن والعلی، ص129)

أقول وباللّٰهِ التوفیق، احکام الٰہیہ دو قسم ہیں۔

اول تکوینیہ: مثل احیاء و اماتت، قضائے حاجت و دفعِ مصیبت، عطائے دولت، رزق، نعمت، فتح

اور شکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوم تشریعیہ : کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔

مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک، قال اللّٰہ تعالی۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَالَمْ يَأْذَنْ م بِهِ اللّٰهُ﴾ الآیۃ (الشوریٰ:42/21)

کیا ان کے لیے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین میں وہ راہیں نکال دیں ہیں جن کا خدا نے حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔

قال اللّٰہ تعالی : فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النزعٰت:79/5) قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں،

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدّث دہلوی ’’تحفہ اثنا عشریہ‘‘ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام امت اپنے مُرشِد جیسے سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے، اور فاتحہ، درود، صدقات اور ان کے ناموں کی نذر وغیرہ دینا رائج ومعمول ہے۔

تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وہ بھی ذکر کی جائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے۔ نیز اس قسم کی خاص چند آیتوں کا ذکر بھی محمود اگر چہ استیعاب نہ آیات میں منظور اور نہ احادیث میں مقدور۔ **واللّٰه الهادی إلی منائر النور**۔

ہم پہلے چند آیتیں قسم اوّل یعنی احکام تکوینیہ کی تلاوت کرتے ہیں پھر احکام تشریعیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے، وباللّٰہ التوفیق۔

آیت1: **اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ** (الطارق:86/4)

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔ یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ ونگہبان رہتے ہیں۔

آیت2 : **اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ** (النساء:4/97)

بے شک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت3: **جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ** الآیۃ (الأعراف:7/37)

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔

آیت4 : **وَلَوْ تَرٰى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ** الآیۃ (الأنفال:8/50)

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت5 : **اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ** الآیۃ (النحل:16/28)

بے شک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت6 : **كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ** الآیۃ (النحل:16/32)

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللّٰہ پرہیزگاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہے پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا اللّٰه منهم بفضل رحمته بهم، آمین (اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے ہمیں ان میں سے اور ان کے ساتھ کر دے، آمین)

آیت7 : **الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ** (ابراہیم:14/1)

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اُتاری تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیروں سے نکال لو روشنی کی طرف، ان کے رب کی پروانگی سے غالب، سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت8 : **وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ** الآیۃ (ابراہیم:14/5)

اور بے شک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

أقــول : اندھیریاں کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان ہدایت، جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے، تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام، نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دیدی،۔ اس امت کو مصطفی ﷺ کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا، انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو ربّ عزّ وجلّ کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللّٰہ تکلیف مالا یطاق تھا۔ الحمدللّٰہ، قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصۂ خدا ہے،’’ **اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ** ‘‘، وغیرہا میں اسی

کا تذکرہ ہے، کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا، تاخدانہ دہد سلیماں کے دہد

یہ ہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے،، اور ''اَ فَتُؤْمِنُوْنَ بِبِعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ''، میں داخل ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے فتحِ مکہ کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا: پہلے حمد وثنا بیان فرمائی اس کے بعد فرمایا: بے شک اللّٰہ تعالی نے مکہ مکرمہ اور خانۂ کعبہ کی ہاتھیوں سے حفاظت فرمائی اور ابرہہ کو خائب و خاسر کیا، اور آج اللّٰہ تعالی نے اپنے رسول اور مؤمنین کو فاتح فرمایا، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہ ہُوا، اور میرے لیے آج دن کی ایک ساعت میں حلال ہُوا تھا لیکن اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہ ہوگا، اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے، خاردار درخت نہ کاٹے جائیں، گری پڑی چیز اعلان کرنے والے کے علاوہ کوئی نہ اٹھائے، اور جس کا کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے خواہ فدیہ لے لے خواہ قصاص، حضرت عباس رضی اللّٰہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللّٰہ! مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لیے ہے، فرمایا: مگر اذخر۔ یمن کے باشندہ ابو شاہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللّٰہ! یہ خطبہ مجھے لکھوا دیں، فرمایا: ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ (جامع الاحادیث: 2973، ص 225 تا 226، جلد چہارم)

حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے فتحِ مکہ کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا آپ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللّٰہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش کے دن ہی مکہ مکرمہ کو حرم محترم بنایا تھا لہذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، یہاں شکار کو نہ بھڑکایا جائے، اور کوئی گری پڑی چیز نہ اٹھائے مگر وہ جو اعلان کرے۔ حضرت عباس رضی اللّٰہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللّٰہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے گھروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔ (جامع الاحادیث: 2974، ص226، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ائمہ مُحقِّقین تصریح فرماتے ہیں: کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم ﷺ کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرما دیں۔

آیت کریمہ:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَايُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه. (التوبۃ: 9/29)

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لائے اللّٰہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا ہے اللّٰہ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) نے۔

آیت کریمہ:

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا

(الأحزاب: 33/36)

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کر دیں اللّٰہ و رسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنے معاملہ کا، اور جو حکم نہ مانے اللّٰہ و رسول کا تو وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

یہاں سے ائمہ مُفسِّرین فرماتے ہیں: حضور سید المرسلین ﷺ نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللّٰہ عنہ کو مول لے کر آزاد کر دیا تھا اور متبنیٰ بنا دیا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللّٰہ عنہا کہ حضور سید عالم ﷺ کی پھوپھی اُمیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں سید عالم ﷺ نے انہیں حضرت زید رضی اللّٰہ عنہ سے نکاح کا پیام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لیے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللّٰہ عنہ کے لیے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللّٰہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، ان کے بھائی عبداللّٰہ بن جحش رضی اللّٰہ عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا، اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سن کر دونوں بھائی بہن رضی اللّٰہ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللّٰہ عزّ وجلّ کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے، خصوصاً جب کہ وہ اس کا کفو نہ ہو، خصوصاً جب کہ عورت کی شرافت خاندانی کو اکب ثریا سے بھی بلند و بالا ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب ﷺ کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر ربّ العزت جلّ جلالہ نے بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض اِلٰہ کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہو گئی۔ مسلمانوں کو نہ ماننے کا اصلا اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائے گا۔

دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا، ایک مباح اور جائز امر تھا، ولہذا ائمۂ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقوی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنی کر دیں۔

امام عارف باللّٰہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' باب الوضوء میں

حضرت سیدی علی خواص رضی اللّٰہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللّٰہ عنہ اُن اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللّٰہ عزّ وجلّ کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے، اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کہا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنّت سے ثابت ہیں نہ قرآن عظیم سے، تو امام اعظم نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللّٰہ کے فرض اور رسول اللّٰہ ﷺ کے فرض میں فرق و تمیز کردیں، اس لیے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکّد ہے جسے رسول اللّٰہ ﷺ نے خود اپنی طرف سے فرض کردیا، جب کہ اللّٰہ عزّ وجلّ نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں جسے نہ چاہیں نہ کریں،

اسی میں ہے:۔ حضرت عزّت جلّ جلالہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ منصب دیا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرمِ مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی۔ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللّٰہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللّٰہ ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے، فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللّٰہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت میں چاہیں مقرر فرمائیں۔ تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے، کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔ (الامن والعلی، ص:172)

حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

(جامع الاحادیث:2976، ص229، جلد چہارم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: بے شک اللّٰہ عزوجل نے تم پر حج بیت اللّٰہ فرض فرمایا ہے، ایک صاحب بولے: یارسول اللّٰہ ! کیا ہر سال؟ حضور خاموش رہے انہوں نے تین مرتبہ یہ ہی سوال کیا تو فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا، اور جب واجب ہوجاتا تو تم ادا نہیں کرپاتے۔ جب تک میں خود تم پر کوئی حکم صادر نہ کروں اس وقت تک تم مجھے چھوڑے رہو کہ تم سے پہلی امتیں اسی سبب ہلاک ہوئیں کہ اپنے نبیوں سے زیادہ سوالات کرکے اپنے اوپر تنگی مول لے لی اور پھر نافرمانی کی۔ سُنو ! جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو حسب استطاعت اس پر عمل کرو اور جب منع فرماؤں تو باز رہو۔ (جامع الاحادیث:2981، ص231 تا232، جلد چہارم)

امام قسطلانی ''مواہب لدنیہ شریف'' میں فرماتے ہیں: **من خصائصه ﷺ أنه كان يخص من شاء بماشاء من الأحكام.**

سید عالم ﷺ کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنیٰ

فرمادیتے۔

''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں ہے: شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفیٰ ﷺ کو ان کے ربّ عزّ وجلّ نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم پہننا حرام حضور نے اسی طور پر فرمایا، گیاہ اذخر کا استثناء اسی طور پر گزرا نماز عشا کے مؤخّر نہ ہونے اور حج کی ہر سال فرضیت صادر نہ کرنے کی وجوہ بھی اسی قبیل سے متعلق ہیں۔

بلکہ امام جلیل جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے ''خصائص کبریٰ شریف'' میں ایک باب وضع کیا۔

باب اختصاصه ﷺ بانه يخص من شاء بماشاء من الأحكام.

باب اس بیان کا کہ خاص نبی ﷺ کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے قربانی کے دن خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا: جس نے نماز سے قبل قربانی کی ہو وہ دوبارہ کرے، ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللّٰہ : یہ دن تو گوشت کھانے کا ہے، پھر انہوں نے اپنے پڑوسیوں پر گوشت بطور ہدیہ عطیہ تقسیم کرنے کا ذکر کیا، ایسا معلوم ہورہا تھا کہ حضور ان کے فعل کی تصدیق فرمارہے ہیں، پھر انہوں نے خود ہی عرض کی: میرے پاس ایک بکری کا ششماہی بچہ ہے جو بکری سے زیادہ مجھے پسند ہے، تو کیا میں اس کی قربانی کردوں؟ حضور نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی حضرت انس کہتے ہیں: اب مجھے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ رخصت صرف ان کے لیے تھی یا عام حکم تھا۔ (جامع الاحادیث:2986، ص235 تا236، جلد چہارم)

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیعتِ زناں کی آیت اُتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی، اور مُردے پر بیان کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھا، میں نے عرض کی: یارسول اللّٰہ ! فلاں گھر والوں کو استثناء فرمادیجئے کہ انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ ہوکر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا، تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضرور ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: اچھا وہ مستثنیٰ کردیئے۔ (جامع الاحادیث:2989، ص237، جلد چہارم)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللّٰہ عنہ شہید ہوگئے تو رسول اللّٰہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ تم تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

(جامع الاحادیث:2993، ص239، جلد چہارم)

حضرت ابوالنعمان ازدی رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: مہر دو، عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں، فرمایا: کیا تجھے قرآن کریم کی کوئی سورت

نہیں آتی، وہ سورت سکھا نا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔

(جامع الاحادیث:2994، ص240، جلد چہارم)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے سواء بن حارث محاربی اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا، وہ بیچ کرمکر گئے اور گواہ مانگا، حضرت خزیمہ نے گواہی دی، رسول اللّٰہ ﷺ نے فرمایا: تم تو موجود ہی نہیں تھے تم نے گواہی کیسے دی، عرض کی: آپ نے سچ فرمایا میں موجود نہیں تھا لیکن میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے، اس کے انعام میں حضور اقدس ﷺ نے ہمیشہ ان کو گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا: خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔(جامع الاحادیث: 2996، ص241 تا242، جلد چہارم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللّٰہ ! میں ہلاک ہوگیا، فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی، فرمایا: غلام آزاد کرسکتا ہے؟ عرض کی: نہ، فرمایا: لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ، فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاسکتا ہے؟ عرض کی: نہ، اتنے میں خرمے خدمت اقدس میں لائے گئے، حضور نے فرمایا: انہیں خیرات کردے، عرض کی: کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر، مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں، رحمت عالم ﷺ یہ سُن کر ہنسے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلادے۔(جامع الاحادیث: 2997، ص242 تا243، جلد چہارم)

امیر المؤمنین حضرت مولی علی کرم اللّٰہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: تو اور تیرے اہل وعیال یہ خرمے کھالیں کہ اللّٰہ تعالی نے تیری طرف سے کفارہ ادا فرمادیا۔

(جامع الاحادیث:2999، ص244، جلد چہارم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے حضرت مولی علی کرم اللّٰہ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا: اے علی ! میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحال جنابت داخل ہو۔(جامع الاحادیث:3003، ص247، جلد چہارم)

حضرت نصر بن عاصم رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوکر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، حضور نبی کریم ﷺ نے قبول فرمالیا۔(جامع الاحادیث:3027، ص262 تا263، جلد چہارم)

ذوالشہادتین حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسافر کے لیے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں

کردیتے، ایک روایت میں ہے، اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھا دیتے، دوسری روایت میں ہے، اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور اور زیادہ مدت عطا فرماتے، تیسری روایت میں ہے، خدا کی قسم! اگر سائل عرض کیے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کردیتے۔(جامع الاحادیث:3028، ص263، جلد چہارم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بے شک نشہ کی ہر شی میں نے حرام کردی ہے۔(جامع الاحادیث:3040، ص270 تا271، جلد چہارم)

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سُن لو! مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا، یعنی حدیث، دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے یہ ہی قرآن لئے رہو، جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو، جو اس میں حرام ہے حرام مانو۔ سُن لو! تمہارے لیے پالتو گدھا حرام ہے، ہر کیلے والا درندہ حرام ہے اور ذمی کافر کا گرا پڑا مال بھی حرام جب تک وہ اس سے مستغنی نہ ہو۔ جو کچھ اللّٰہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اس کے مثل ہے جسے اللّٰہ عزوجل نے حرام کیا۔ جل جلالہ و ﷺ۔(جامع الاحادیث:3042، ص272، جلد چہارم)

امام احمد رضا مُحدِّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

یہاں أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، (یعنی، رسول اللّٰہ ﷺ نے حکم فرمایا، رسول اللّٰہ ﷺ نے منع فرمایا اور رسول اللّٰہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا)

اتنی حدیثوں میں وارد ہے جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی ناکافی ہو۔ خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الآیۃ (الحشر:59/7)

جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

امر ونہی اور قضا کو اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔ قال اللّٰہ تعالی:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ. (الأنبياء:54/59)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس ﷺ کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی و واقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکش طاغی ''تقویۃ الایمان'' میں سید المرسلین ﷺ پر صریح افترا کرکے کہتا ہے: انہوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہ ہی ہے کہ اللّٰہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔(تفویہ)

مسلمانو! للّٰہ انصاف، یہ اس کس ناکس نے محمد رسول اللّٰہ ﷺ کے فضائل جمیلہ وکمالات رفیعہ و درجات منیعہ جن میں زید وعمر کی کیا گنتی انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں، سب ایک لخت اڑا دیئے۔ سب لوگوں سے حضور سید عالم ﷺ کا امتیاز صرف دربارۂ احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف میں غافل نہیں،

اور امتیوں سے بھی امتیاز اتنے ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں، واقف ہو جائیں تو کچھ امتیاز نہیں، کہ اب وقوف وغفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اس میں منحصر تھا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا، یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللّٰہ پر اس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا۔

حضرت عبداللّٰہ بن حارث رضی اللّٰہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللّٰہ عنہما کو فرماتے سنا: کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللّٰہ! ابوطالب آپ کی حفاظت کرتا، ہر موقع پر مدد کرتا اور آپ کی خاطر لوگوں سے جھگڑتا تھا، کیا حضور نے بھی ابوطالب کو کچھ نفع دیا۔ فرمایا: میں اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں نکال لایا۔ (جامع الاحادیث: 3178 ص326، جلد چہارم)

یہ تمام احادیث اور ان کی شرح کا یہ بیان کتاب ''جامع الاحادیث'' کی جلد چہارم سے نقل کیا گیا ہے کیوں کہ یہ اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ ہی کی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے۔ رسول کریم ﷺ کے ارشادات کے لیے قرآن کریم کی تفسیر میں مخالفین ومعترضین کے اکابر نے جو لکھا ہے، وہ بھی ملاحظہ ہو:

حضرت شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''ایمان لاتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے طرف تیرے کہ وحی متلو ہے یعنی کتاب اور وحی غیر متلو یعنی سنّت۔'' (ص184/1، تفسیر عزیزی)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے (خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنّت کہلاتی ہے اور خواہ وحی جزئی یا ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں......'' (ص1013، بیان القرآن)

شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: ''یعنی کوئی کام تو کیا، ایک حرف بھی آپ (ﷺ) کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللّٰہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو ''قرآن'' اور غیر متلو کو ''حدیث'' کہا جاتا ہے۔''
(ص682، حاشیۂ قرآن)

محترم قارئین!

''چراغ نوا'' (مطبوعہ مرکز مطالعات فارسی، علی گڑھ، 2000ء) 64 صفحات کا یہ کتابچہ جناب ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے اس کتابچے کے ص 7 سے 16 تک ''حرف ناگزیر'' کے عنوان سے نعمانی صاحب نے دیباچے کے طور پر اور اسی دیباچے کے مندرجات پر مشتمل ایک مضمون بعنوان ''نعت گوئی میں شرک آمیزی'' میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس میں درج اعتراضات کے جواب میں اس فقیر بے توقیر نے یہ مضمون مرتّب کیا ہے۔ نعمانی صاحب اپنے کتابچے کے ص62 پر اپنی کہی ہوئی نعتوں کے بارے میں

نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

☆ ''اردو کی نعتیہ شاعری کی تاریخ میں یہ نعتیں غالبًا پہلا نمونہ ہیں جن میں ذات نبوی (ﷺ) کا احترام واقعی ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ عشق، عاشق، معشوق جیسے مردود ومعیوب الفاظ کو کسی شعر میں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔

☆ سیدالانبیاء (ﷺ) کی شان میں، خانِ بریلوی کی طرف کہیں ''تو تڑاق'' سے بات نہیں کہی گئی ہے۔

☆ حضور انور افضل البشر ﷺ کا نام نامی بھی احتراماً عبارت میں نہیں لایا گیا ہے اور ضمائر وصفات کے ذریعے بات کہی گئی ہے۔

☆ البتہ رسول کو رسول کے مرتبے پر رکھا گیا ہے اور اکثر نعت گویوں کی طرح خدا اور رسول کے امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر جاہلانہ عقیدت اور ہندوانہ بھجن خوانی کے مظاہرے سے بھی زبانِ قلم کو آلودہ نہیں ہونے دیا گیا ہے۔''

ڈاکٹر نعمانی کا مبلغ علم اور مزاج ان کی تحریر سے عیاں ہے۔ انہیں اپنی خلاف واقعہ اور گستاخانہ و نامناسب باتیں بھی ''ذاتِ نبوی ﷺ کا احترامِ واقعی'' معلوم ہوتی ہیں۔ ''عاشق، معشوق جیسے مردود و معیوب'' اور ''تو تڑاق'' کے الفاظ انہیں حضرت حاجی امداداللّٰہ مہاجر مکی، محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی اور دیگر اکابرینِ دیوبند کی نثر ونظم میں دیکھنے کی ''سعادت'' حاصل نہیں ہوئی۔ ایک طرف تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا نام بھی وہ احتراماً عبارت میں نہیں لائے اور دوسری طرف وہ نبی کریم ﷺ کو ''تم'' کہہ کر خطاب کرنا بھی احترام ہی شمار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے احترام سے معمولی شغف بھی ہوتا تو وہ قرآنی آیات سے غلط استدلال کر کے تعظیم وتکریم رسول (ﷺ) کے خلاف یوں زہرافشانی نہ کرتے۔

ڈاکٹر نعمانی اپنے ان تمام اکابر کو بھی اسی طرح اپنی بدگوئی کا ہدف بنائیں جن کی تحریروں سے ڈاکٹر موصوف کے مؤقف کی تغلیط وتردید واضح طور پر ہوتی ہے تاکہ ان کی ''انصاف پسندی اور حق گوئی'' ظاہر ہو۔ ان کے تھانوی کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ قوتِ باطنی سے کام لیتے تو ابولہب اور ابوجہل کی کیا مجال تھی کہ ایمان سے رہ جاتے اور شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ دنیا کی ہر قوم کے لیے ہادی ہیں جب کہ ڈاکٹر نعمانی کہتے ہیں کہ نبی کوئی اختیار ہی نہیں رکھتا کہ کسی کو ہدایت دے سکے۔ قرآن وحدیث میں واضح ہے کہ رسول اللّٰہ ﷺ کا حرام قرار دیا ہوا اسی طرح حرام ہے جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ کا حرام ٹھہرایا ہوا ہے جب کہ ڈاکٹر نعمانی صاف لکھتے ہیں کہ ''کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا حق یا اختیار آپ کو نہیں دیا گیا۔'' اسے قرآن وحدیث کی تکذیب نہیں تو اور کیا کہا جائے گا؟

ابلیس لعین کو غوی (گمراہی) کا منصب نہیں دیا گیا لیکن یہ معترضین اس کے لیے تو بہت کچھ مانتے ہیں اور رسول کریم ﷺ جنہیں ہدایت کا منصب عطا ہوا، ان کے لیے کوئی کمال اور اختیار نہ ماننا ان معترضین کی شدید شقاوت و جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

رسول کریم ﷺ کی واضح احادیث میں مُردوں کے سننے کا ذکر ہے اور اہلِ قبور کو سلام کا حکم ہے لیکن ڈاکٹر نعمانی ان حقائق کی تردید کر کے خود کو سمع و بصر سے بالکل محروم ثابت کر رہے ہیں اور انہیں احساس ہی نہیں کہ وہ عطائے الٰہی کے منکر ہو کر اپنی ایمان کا ضیاع پسند کر رہے ہیں۔ انہوں نے خود اپنے ''اکابر'' کی بھی تکذیب و تضحیک میں کسر نہیں رکھی۔

انہوں نے لکھا کہ: ''کسی کام کا دوسرے دن کرنے کا ارادہ کرنے کے بعد اس کو زبان پر لانے کے لیے سختی کے ساتھ فرمایا گیا کہ ''ان شاء اللّٰہ'' کی شرط ضروری ہے۔'' وہ ''سختی کے ساتھ'' یہ بیان کہیں دکھانے کی زحمت کہاں کریں گے۔ وہ ذرا اپنے ہی تھانوی کا بیان ملاحظہ فرمالیں اور اپنی خود ساختہ ضروری شرط اور گستاخی کی سختی بھی دیکھ لیں۔

''البدائع'' (مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور، 1403ھ) کے ص 246 پر تھانوی فرماتے ہیں: ''اس آیت ''وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ'' میں بھی حضور ﷺ کو برکت ہی کے لیے ان شاء اللّٰہ کہنے کی تعلیم کی گئی ہے۔ یہ ان شاء اللّٰہ تعلیق کے لیے نہیں۔ کیوں کہ آگے ارشاد ہے ''وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ'' کہ اگر کبھی ان شاء اللّٰہ کہنا بھول جاؤ تو جب یاد آوے تو اس وقت ان شاء اللّٰہ کہہ لیا کرو۔''

اور ''بیان القرآن'' میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''حاصل اس مقام کا اتنا ہے کہ آپ میں تفویض کے طور پر انشاء اللّٰہ تعالیٰ کہنے کا بیان ہے سو فصل مدت اس میں مانع نہیں اور تاثیر فی الحکم کے طور پر کہنے کا بیان نہیں ہے جس میں فصل مانع ہے اور ظاہراً یہ انشاء اللّٰہ تعالیٰ زبان سے کہنا مستحب ہے لیکن خواص کی پھر اخص الخواص ﷺ کی شان ارفع ہوتی ہے اس لیے ترک مستحب پر بھی وحی میں دیر ہوگئی۔'' (ص 590)

ڈاکٹر نعمانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ اللّٰہ تعالیٰ نے ''اپنی مخلوقات میں سے کسی کے بھی نفع و ضرر کے بارے میں آپ کو کوئی اختیار نہیں دیا ہے۔'' اس بارے میں بھی وہ قرآنی آیات اور احادیث کی تکذیب کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہیں یاد نہیں رہا کہ یہ جملہ بھی ان کا اپنا ہی لکھا ہوا ہے کہ خالق کائنات نے پوری دنیا کی ہدایت کی ذمہ داری نبی کریم ﷺ کو تفویض کی۔ وہی بتائیں کہ ہدایت کی ذمہ داری تفویض کرنے کو کیا نفع رسانی نہیں کہا جائے گا؟

ذرا نفع پہنچانے کی بات وہ اپنے ہی کلام میں ملاحظہ فرمالیں:

جہاں کی رونقوں کی جان ہیں وہ — انہیں کے فیض سے دنیا حسیں ہے
انہیں کے نور کے پرتو سے ہے جہاں روشن — اگر کہو، تو انہیں مرکزِ نگاہ کہو

مزاجِ نسلِ انساں جس نے بدلا ایک کلمے سے — مٹایا اِک نظر سے امتیاز ماو تو کیا کیا
دل و جاں کو شعور معنوی کی روشنی بخشی — فریب ہوش و دانش تھی فضائے رنگ و بو کیا کیا
خوش نصیبی کہ ملی ان کی نبوت سے ضیا — ورنہ دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا
آپ آتے نہ اگر رحمتِ عالم بن کر — کون کہہ سکتا ہے احوال جہاں کیا ہوتا
جو ذرے ان کی عنایت سے سراز ہوئے — غلط نہیں جو انہیں اَشک مہر و ماہ کہو
انہیں کا فیضِ نظر ہے کہ بزمِ عالم میں — نہ بڑھ سکی کبھی کعبے سے سومنات کی بات
آپ کی آمد سے پہلے دیکھئے دنیا کا حال — انقلاب بزمِ ہستی بعد بعثت دیکھئے

سلام اس پر جو وجہِ راحت آشوب دوراں ہے
سلام اس پر کہ جس کے فیض سے تکریم انسان ہے
سلام اس پر جس کے حسن سے بزم جہاں روشن''

نعمانی صاحب کا یہ شعر انہی سے بطور سوال عرض کرنا چاہتا ہوں۔

''پھر بتانا کہاں ہے ان کی مثال؟ — چشم انصاف اپنی وا رکھنا''

(چراغ نوا)

ڈاکٹر نعمانی لکھتے ہیں: ''زمین اور آسمان آپ (ﷺ) کے دستر خوان ہیں گویا ساری دنیا کو آپ (ﷺ) ہی رزق دیتے ہیں۔'' یہ مطلب و مفہوم ڈاکٹر نعمانی نے اعلیٰ حضرت مجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے اس شعر سے اپنے علم و فہم کے مطابق اخذ کیا ہے۔

آسماں خوان زمین خوان زمانہ مہمان — صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

ڈکٹر نعمانی کو پی ایچ ڈی اور شاعر کہلانے کے باوجود ''عبارت فہمی'' سے شاید کوئی صحیح شغف نہیں۔ وہ اگر واقعی ''شاعر'' ہیں تو بتائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس شعر میں کہاں کہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ساری دنیا کو رزق دیتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس شعر میں جو کچھ بیان فرمایا ہے، کاش کہ موصوف اسے سمجھتے۔ ڈاکٹر نعمانی کسی غصے یا جوش میں لکھتے ہوئے ہوش برقرار نہیں رکھے سکے۔ وہ یہ تو مانتے ہوں گے کہ اللّٰہ جلّ شانہ مکان سے بھی پاک ہے اور یہ بھی مانتے ہوں گے کہ اللّٰہ کریم جلّ شانہ نے ہر امر کی تدبیر کا بیان بھی فرمایا ہے اور نظم کائنات کے لیے ''ڈیوٹیاں'' مقرر فرمائی ہیں۔ اس کے حکم اور عطا سے اختیار رکھنے والے وہ ڈیوٹیاں انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ ''تفسیر عزیزی'' جلد چہارم میں شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی فرماتے ہیں: ''اور مدبرات امراً'' بڑے درجہ اور بڑے مرتبے کے فرشتے ہیں جیسے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام مع اپنے لشکر اور اس کے

سرداروں کے کہ ایک کو ان میں سے ہونے والے کاموں کی تدبیروں کے واسطے مقرر فرمایا ہے جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اتارنا رسولوں پر ان سے متعلق ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا برسانا اور زمین سے اُگانا اور رزق پہنچانا ان سے تعلق رکھتا ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پھونکنا اور آدمیوں اور جانوروں میں روح کا ڈالنا اور لوح محفوظ اور اندازہ کرنا رزق اور عمر اور ہر شے کا متعلق ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام مُردوں کی روحیں قبض کرنے پر اور بیماریوں اور آفتوں پر مقرر ہیں۔" (ص41، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

کتاب "حیات الحیوان" علامہ کمال الدین دمیری کی مشہور کتاب ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات، لاہور نے 1992ء میں پہلی مرتبہ شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ دیوبندی افراد ہی نے کیا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم کے ص90 پر درج عبارت ملاحظہ ہو:

"احیاء" میں باب کسر الشھوتین کے تحت لکھا ہے کہ روٹی تیار کر کے اس وقت تک تیرے سامنے نہیں رکھی جاتی تاوقتیکہ اس میں تین سو ساٹھ کاریگر کام نہ کرلیں۔ ان کام کرنے والوں میں سب سے اول حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کے رحمت کے خزانوں سے پانی ناپ کر دیتے ہیں ان کے بعد دوسرے فرشتے ہیں جو بادلوں کو ہنکاتے ہیں اور پھر ان کے بعد چاند، سورج اور افلاک ہیں اور ان کے بعد ہوا کے فرشتے ہیں اور زمین کے جانور ہیں اور سب سے آخر میں نان بائی کا نمبر آتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے سامنے پکی ہوئی روٹی جب آتی ہے تو اس میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے لے کر نان بائی تک تین سو ساٹھ ہاتھوں کی کاریگری ہوتی ہے تب جا کر وہ آپ کو کھانے کے واسطے ملتی ہے۔"

ڈاکٹر نعمانی اتنا تو سمجھتے ہوں گے "خانہ" کا لفظ کسی "مکان" ہی کے لیے بولا جاتا ہے۔ "صاحبِ خانہ" اسی کا لقب ہوسکتا ہے جس کے لیے مکان بنایا گیا ہو۔ "صاحب البیت" کے الفاظ اور لقب کس کے لیے کہے جاتے ہیں؟ وہ یہ بھی شاید جانتے ہوں گے کہ "شرف المکان بالمکین"۔ میری اس تحریر میں وہ ملاحظہ فرمالیں کہ خود ان کے اکابر بھی تسلیم کررہے ہیں کہ یہ بزمِ کونین میرے نبی پاک ﷺ ہی کے لیے سجائی گئی ہے، وہی باعث تخلیق کائنات ہیں تو یہ سب مکان انہی کے ہیں، انہی کے لیے ہیں کیوں کہ "وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں"۔ یوں واضح اور یقینی بات یہی ہوئی کہ "صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے؟ تیرا تیرا"۔ دو مرتبہ "تیرا" کا لفظ اسی بات کی قطعیت واضح کررہا ہے کہ "صاحب خانہ" کا "لقب" اللہ تعالیٰ کا نہیں ہوسکتا کیوں کہ وہ بلاشبہ مکان سے پاک ہے۔ ڈاکٹر نعمانی نے شاید یہ حدیث شریف کبھی پڑھی سُنی ہوگی: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ۔ عربی گرامر سے کچھ شغف ہو تو ڈاکٹر نعمانی اور ان کے ہم نوا اس جامع حدیث شریف میں غور فرمائیں اور پھر بتائیں کہ یہاں "قَاسِمٌ" اور "یُعْطِیْ" کیا کسی قید سے مقید ہیں؟ اور "اِنَّمَا" کے حصر کو بھی

پیش نظر رکھیں۔ ڈاکٹر نعمانی کی توجہ کے لیے "بیان القرآن" سے اشرف علی تھانوی کا یہ بیان بھی پیش کرتا ہوں، وہ لکھتے ہیں: "کسی مخلوق کا دینا اطعام حق کے منافی نہیں کیوں کہ اطعام بواسطہ بھی اطعام حق ہی ہے جیسے بادشاہ مالک خزائن کبھی خود انعام دے دیتا ہے کبھی اپنے خزانچی سے دلوا دیتا ہے۔ دونوں عطاء شاہی ہیں۔" (ص866)

اس حوالے سے مخالفین ہی کی تحریروں سے متعدد اقتباس نقل کر چکا ہوں۔ ڈاکٹر نعمانی کی "ضیافت" کے لیے اشرف علی تھانوی کے استاد محمود حسن دیوبندی کے لکھے ہوئے مرثیہ (مطبوعہ مطبع بلالی، ساڈھورہ، ضلع انبالہ) کے ص10 سے یہ شعر ضرور پیش کرتا ہوں، وہ کہتے ہیں:

غریب و عاجز و بے کس کریں کیا اور کدھر جائیں ہوئی ہے میزبان خلق کی جنّت میں مہمانی"

ڈاکٹر نعمانی میرے نبی پاک ﷺ کو "میزبان خلق" ماننے کے روادار نہیں، وہ بتائیں کہ "رشید احمد گنگوہی" کے لیے یہ لقب وہ کیا شمار کریں گے؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا کہا ہوا یہ شعر، نعمانی نے شاید نہیں پڑھا، وہ دیکھیں کہ اعلیٰ حضرت واضح فرماتے ہیں۔

ربّ ہے مُعطی یہ ہیں قاسم رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

کتاب "میلاد النبی ﷺ" (مطبوعہ کتب خانہ جمیلی، لاہور) کے ص119 تا 121 پر تھانوی لکھتے ہیں:

"ایک مقام پر ارشاد ہے: "وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ"۔ یہاں اکثر مُفسّرین کے نزدیک فضل اور رحمت سے حضور (ﷺ) کا وجود باجود مراد ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: "وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا"۔ یہاں بھی بقول اکثر مُفسّرین حضور (ﷺ) ہی مراد ہیں...... فضل بمعنی رزق و نفع دنیوی قرآن مجید میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ......" سورۂ جمعہ میں ارشاد ہے: "فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ"۔ یہاں فضل سے مراد رزق ہے...... جتنی نعمتیں اور رحمتیں ہیں خواہ وہ دنیوی ہوں یا دینی اور اس میں قرآن بھی ہے، سب اس میں داخل ہو جائیں گی اس لیے کہ حضور (ﷺ) کا وجود باجود اصل ہے تمام نعمتوں کی اور مادہ ہے تمام رحمتوں اور فضل کا...... حضور (ﷺ) ہمارے لیے تمام نعمتوں کے واسطہ ہیں، حتیٰ کہ ہم کو جو روٹیاں دو وقتہ مل رہی ہیں اور عافیت اور تندرستی اور ہمارے علوم یہ سب حضور (ﷺ) ہی کی بدولت ہیں اور یہ نعمتیں تو وہ ہیں جو عام ہیں اور سب سے بڑی دولتِ ایمان ہے جس کا حضور (ﷺ) سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور (ﷺ) کی ذات برکات ہوئی۔ پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے۔"

ڈاکٹر نعمانی نے آیت دُرود وسلام کے بیان میں اپنے ہی ہم مسلک افراد کی تحریریں بھی نہیں دیکھیں ۔''بخاری شریف'' میں حضرت ابوالعالیہ کا قول درج ہے وہ بھی ملاحظہ نہیں کیا کہ اللّٰہ تعالیٰ ملائکہ میں اپنے نبی پاک ﷺ کی تعریف فرماتا ہے۔شبیر احمد عثمانی آیتِ دُرود وسلام کے تحت لکھتے ہیں: ''صلوۃ علی النبی'' کا مطلب ہے ''نبی کی ثناء وتعظیم رحمت وعطوفت کے ساتھ'' پھر جس کی طرف ''صلوۃ'' منسوب ہوگی اسی کی شان ومرتبہ کے لائق ثناء وتعظیم اور رحمت وعطوفت مراد لیں گے۔'' (ص552، حاشیۂ قرآن)۔ڈاکٹر نعمانی یہ بھی بھول گئے کہ قرآن ہی میں رِفعتِ ذکرِ مصطفیٰ (ﷺ) کا بیان ہے۔عرش وفرش پر جس کا ذکر خود ربّ تعالیٰ بلند فرمائے اُس مقدس ومطہر عظیم رسول کریم ﷺ کے پھریرے لہرانے کے بارے میں ڈاکٹر نعمانی کا اعتراض خود ان کی اپنی کم علمی کے سِوا کیا ہے؟

محمد قاسم نانوتوی کا تصنیف کیا ہوا ''شجرہ منظومہ'' بھی ''قصائد قاسمی'' (مطبوعہ مجتبائی، دہلی) میں شامل ہے، اس شجرہ میں ان کے کہے ہوئے یہ اشعار ''مرکز مطالعات فارسی'' کے وابستہ کے لیے قابل توجہ ہیں، ملاحظہ ہوں ۔

''بحق آن کہ اوجان جہان ست   فدائے روضہ اش ہفت آسمان ست
بحق آن کہ محبوبش گرفتی   برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی ز جملہ عالم آن را   بما بگذاشتی باقی جہان را
گزیدی از ہمہ گل ہا تو اورا   نمودی صرف اور ہر رنگ و بو را
ہمہ نعمت بنام او نمودی   دو عالم را بکارم او نمودی
بآن کو رحمت للعالمین ست   بدرگاہست شفیع المذنبین ست
بحق سرور عالم محمد   بحق بر تر عالم محمد
بذات پاک خود کان اصل ہستی ست   از و قائم بلندی ہا و پستی ست
ثناء او نہ مقدور جہان ست   کہ کنہش برتر از کون و مکان ست''

(ص22)

''مدبرات امر'' کے حوالے سے نعمانی اپنے ہی تھانوی کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ اولیاء اللّٰہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد وہدایت واصلاح قلب وتربیت نفوس وتعلیم طرق قرب وقبول عنداللّٰہ ہے اور یہ حضرات اہلِ ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل وافضل ہو اور اس کا فیض اتم واعم ہو اس کو قطبُ الِارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور ان کا طرز طرزِ نبوت ہوتا ہے۔دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش وانتظام امور دنیویہ ودفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور

حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہلِ خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کی قطب التکوین کہتے ہیں اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جن کو ''مدبرات امر'' فرمایا گیا ہے۔'' (التکشف عن مہمات التصوف، ص 161، مطبوعہ لاہور)

ڈاکٹر نعمانی نے امام قسطلانی علیہ الرحمہ کی ''مواہب لدنیہ'' کا وہ اُردو ترجمہ بھی نہیں دیکھا جو ان کے اپنے ہی ہم مسلک افراد نے کیا ہے۔اس کتاب کی جلد دوم کی پہلی فصل رسول اللّٰہ ﷺ کے اسمائے مبارکہ کے ذکر میں ہے۔عنوان ہے: ''رسول اللّٰہ ﷺ کے ان اسمائے شریفہ کے ذکر میں جو آپ کے کمال صفات منیفہ پر دلالت کرتے ہیں (منیفہ کا معنی کمال میں اپنے غیر سے زیادہ)۔'' میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ وہ پوری فصل یہاں نقل کردوں لیکن مطبوعہ کتاب کے ڈیڑھ سو صفحات کی ضخامت کی گنجائش اس مضمون میں نہیں تاہم کچھ جملے ملاحظہ ہوں: ص 8 پر امام قسطلانی نے رسولِ کریم ﷺ کا ایک نام ''الاجود'' اور ''اجود الناس'' لکھا ہے اور اس کے آگے لکھتے ہیں: ''آپ (ﷺ) نے فرمایا اللّٰہ تعالیٰ سب سے زیادہ جُود کرتا ہے اور میں بنی آدم سے زیادہ جُود کرتا ہوں۔'' اور ص 12 پر نبی پاک ﷺ کا ایک نام مبارک ''الآمر والناہی'' لکھتے ہیں اور ص 26 پر ایک نام ''الحکم'' لکھتے ہیں اور اس کے آگے لکھتے ہیں: ''اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے حکم کا کوئی رد کرنے والا نہیں ہے۔'' اور ص 54 پر لکھتے ہیں: ''الغوث'' وہ نُصرت دینے والا جس سے شدائد اور آفات میں استغاثہ کیا جائے اور حوادث اور مہمات میں اس سے استعانت کی جائے۔'' اور ص 62 پر لکھتے ہیں: ''المحرم'' اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے متولی تحریم۔'' اور ص 68 پر لکھتے ہیں: ''المطلع'' غیب کی چیزوں سے آپ خبر رکھنے والے ہیں اور ان کا علم آپ کو ہے۔'' اور ص 69 پر لکھتے ہیں: ''المفتاح'' وہ شخص جس سے بند دروازے یا دشواریاں کھل جائیں۔'' اور ص 75 پر لکھتے ہیں: ''الملیک'' اس کا معنی ایجاد اور اختراع پر قادر یا اس کا معنی ضابطہ امور اور متصرف امور۔'' اور ص 76 پر لکھتے ہیں: ''الملک'' وہ شخص کہ آدمیوں کی اور ہر چیز کی حد کو نگاہ رکھے اور رعیت داری اور ان کی امور کی تدبیر کرے۔'' اور ص 109 پر لکھتے ہیں: ''اور آپ کا اسم شریف ''العفو'' ہے اس کا معنی عفو سیئات میں مبالغہ کرنے والے گناہوں کا عفو کرنا اور ان کا مٹا دینا اور ان کا ازالہ۔'' اور ص 124 پر لکھتے ہیں: ''محمد ﷺ کا نام مبارک ''نبی'' جو نبا سے لیا گیا ہے اس سبب سے ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے غیب پر آپ (ﷺ) کو مطلع کیا ہے اور آپ کا اس کا علم دیا ہے کہ آپ (ﷺ) اللّٰہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔''

کتاب ''تحذیر الناس'' (مطبوعہ مطبع قاسمی، دیوبند) کے ص 32 پر درج محمد قاسم نانوتوی کی یہ عبارت ڈاکٹر نعمانی اور ان کے ہم مسلک افراد کی خصوصی توجہ چاہتی ہے، وہ لکھتے ہیں: ''امام شافعی نے ان لوگوں کے مقابلے میں جو محبت اہلِ بیت بوجہ غلو رفض سمجھتے تھے یوں فرمایا تھا۔شعر:

اِنَّ کَانَ رِفۡضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ   فَلۡیَشۡھَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیۡ رَافِضٌ

ہم ان صاحبوں کے مقابلہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی اس قدر راز دیادِ قدر سے کہ ان کے خیال سے سات گنی ہو جائے یہ بُرا مانتے ہیں کہ قائلین از دیادِ قدر کو کافر یا خارج از مذہبِ اہلِ سنّت سمجھتے ہیں اس شعر کو بدل کر یوں پڑھتے ہیں۔

اِنْ کَانَ کُفْراً حُبُّ قَدْرِ مُحَمَّدٍ   فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اِنِّیْ کَافِرٌ ''

ڈاکٹر نعمانی اور ان کے ہم نوا نہایت توجہ سے اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اس بارے میں خامہ فرسائی کریں۔

اس پوری تحریر میں اس فقیر بے توقیر نے زیادہ کوشش یہی کی کہ مخالفین ومعترضین کی اپنی مستند اور معتبر تحریروں ہی سے ان کے ان تمام اعتراضات والزامات کا جواب پیش کروں جو انہوں نے اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ پر لگائے۔معترضین اگر عدل وانصاف کی پابندی اور پسندیدگی کے دعوے دار ہیں تو اس مختصر تفصیل کے بعد وہی بتائیں کہ اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ پر ان معترضین کے الزامات و اعتراضات بغض وعناد کے سوا کیا ہیں؟

حق وصداقت کے سچے اور صحیح ترجمان اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا احسان اور ان کی دینی علمی فضیلت ومرتبت ماننے کی بجائے ان پر غلط اعتراضات اور نامناسب الزامات لگانا بلاشبہ سنگین ظلم اور یقیناً حق اور حقائق سے روگردانی ہے۔

وہ اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے جن کے نعتیہ کلام نے اردو کی بھی آبرو بڑھائی ہے۔نعت گوئی کے باب میں جن کا حصہ اس قدر ہے کہ اردو میں کسی اور کے حوالے سے ایسی مقبولیت اور معقولیت کے ساتھ کسی کا شمار نہیں ہوتا، وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کہ جن کے نام اور کام کی عظمت ومرتبت کی گونج زبان وعلم کے بوستانوں میں ہے، وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کہ تقوی وشریعت وسنّت کی پاس بانی اور پاس داری کی ایک عمدہ مثال ہیں، وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کہ علم وعمل میں ان کا امتیاز ایک روشن اور واضح حقیقت ہے، ان کے لیے یہ الفاظ ''واہی تباہی'' بلکہ دریدہ دہنی ہی ٹھہریں گے کہ ''جب قرآن سے نعت گوئی سیکھنے کا دعوی کرنے والے نے اتنے بڑے عالم فقیہ اور مفتی نے عشقِ رسول کا بہانہ تراش کر نعتِ رسول (ﷺ) کے نام پر ایسے ایسے گُل کِھلائے ہیں۔'' (چراغ نوا،ص16) (معاذ اللہ)

خود ڈاکٹر نعمانی کی قرآن فہمی کا حال تو یہ ہے کہ اپنی کتاب ''چراغ نوا'' کے ص 56 پر لکھتے ہیں: '' قرآن میں تو رضی اللہ عنہم صرف صحابہ کرام کے لیے آیا ہے۔معلوم نہیں یہاں کس فارمولے کے تحت اس کو فٹ کیا گیا ہے۔'' نعمانی کو قرآن کریم کی سورۃ البینہ کی آخری آیات باترجمہ شاید کبھی پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ورنہ ایسے ''گستاخ لہجے'' میں وہ یوں خامہ فرسائی نہ کرتے۔

عاشقِ رسول اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے ان معترضین ومخالفین کو کسی فضیلت ومرتبت کے حوالے سے جاننے پہچاننے اور مقبول ومحترم ماننے والا خود ان کے اپنے عہد میں بھی شاید ہی کوئی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کو اپنے عہد ہی نہیں بلکہ گزشتہ 85 برس کی تاریخ گواہ ہے کہ سمتوں میں گلستانِ نبوی کے اس گُل سرسبد کی مہک اور مشکوٰۃ نبوت سے فیض پانے والے اس چراغ کی روشنی نے مہک اور چمک دمک کی ایک تابندہ و پائندہ مثال قائم کی ہے۔

حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تذکروں میں درج ہے کہ وہ حدیث شریف لکھتے ہوئے خوشبو کا اہتمام کرتے تھے، یہ اہتمام بتاتا ہے کہ انہیں رسول کریم ﷺ سے غایت درجہ محبت تھی۔اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ جو روشنائی نعت شریف لکھنے میں استعمال کرتے اس میں زعفران ملا کر خوشبو کا اہتمام کرتے، اس اہتمام کو اہلِ محبت ہی سراہ سکتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کو عطا ہونے والی ہر خوبی سے میرے ربّ کریم جلّ شانہ اور میرے پیارے نبی کریم ﷺ کی عظمت شان ہی کا اظہار ہونا ہی اعلیٰ حضرت مُجدِّد بریلوی علیہ الرحمہ کا اعزاز وامتیاز ہے اور ان کی تمام زندگی اسی اعزاز وامتیاز کے تحفظ میں گزری ہے، وہ تمنا بھی اسی کی کرتے رہے۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے   ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

محترم قارئین، 10 مئی 2005ء کو میری پیاری والدہ محترمہ حضرت ماں جی قبلہ (رحمۃ اللہ علیہا) اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئیں۔إنا للّٰہ وإنا الیہ راجعون ۔أللّٰهم اغفر لها وارحمها وارفع درجتها ، آمین۔ان سے محرومی میری زندگی کا وہ شدید سانحہ ہے کہ لگتا ہے زندگی کی توانائی ہی مجھ سے چلی گئی۔افسردگی کی شدت میں اس اہم موضوع پر شاید ویسا نہیں لکھ سکا جیسا کہ سوچا تھا۔دیوانِ حضرت حسّان، دیوانِ امام بوصیری، مثنوی مولانا روم، کلیات مولانا جامی اور حضرت شاہ ولی اللہ مُحدِّث دہلوی کے کلام سے سیکڑوں اشعار کا اور متعدد کُتُب سے بہت سے اقتباسات کا انتخاب کیا تھا، وہ سب بھی شامل کرتا تو یہ مضمون جانے اور کتنے صفحات میں پھیل جاتا، تاہم جس قدر مختصر کر سکا وہ حاضر ہے۔معترضین کے اعتراضات درج کر کے بالترتیب جواب مَیں نے نہیں لکھے بلکہ تمام اعتراضات کا احاطہ کرتے ہوئے معترضین کے اکابر کی تحریروں سے اقتباس درج کر دیے ہیں۔اس فقیر نے معترضین کو خود ان کے اکابر کی تحریروں سے جواب اس لیے دیا ہے کہ انہیں اپنے بڑوں کا پاس ولحاظ کچھ زیادہ ہی ہے اور ان کے لیے یہ لوگ کسی منفی رائے کی تاب نہیں رکھتے۔کاش کہ یہ لوگ لب کشائی اور خامہ فرسائی کرتے ہوئے میرے نبی پاک ﷺ کے باب میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ ہی کی طرح حساس اور محتاط ہوتے۔اس تحریر میں کوئی غلطی اور کوتاہی مجھ سے کسی طرح ہوئی ہو تو اللہ کریم جلّ شانہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور طالب عفو ہوں۔اللہ بس باقی ہوس